ہنامہ

آنکھ مچولی

کراچی

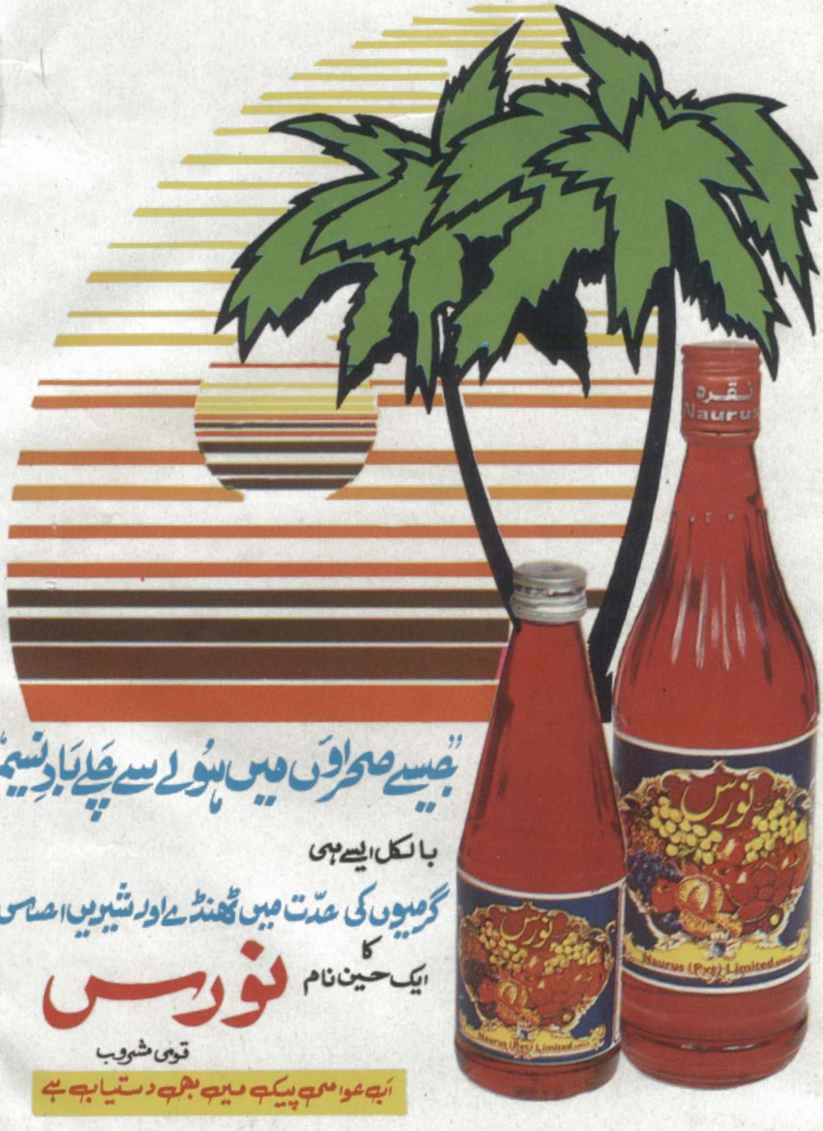

"جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم"
بالکل ایسے ہی
گرمیوں کی حدّت میں ٹھنڈے اور شیریں احساس
کا
ایک حسین نام
نورس
قومی مشروب
اب عوامی پیک میں بھی دستیاب ہے
نورس
Naurus
Naurus (Pvt) Limited

a great new taste
mayfair
Fruta Chew
Chew it, you'll love it.
Fruta Chew
Fruta Chew
mayfair
– the sweet favourites

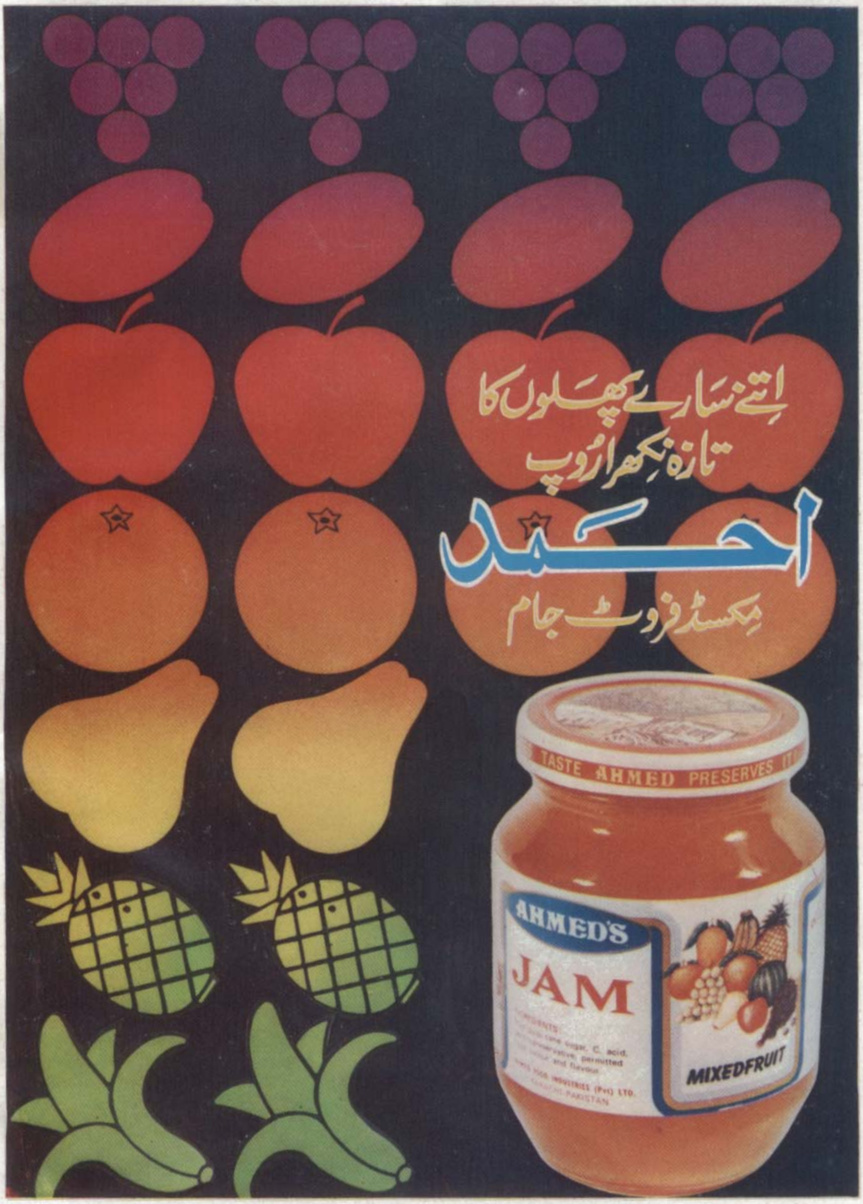
اِتنے سارے پھلوں کا
تازہ نِکھرا رُوپ
احمد
مِکسڈ فروٹ جام
TASTE AHMED PRESERVES
AHMED'S
JAM
MIXEDFRUIT

آنکھ مچولی

جلد نمبر ۱ ۔ شمارہ نمبر ۱۰

اپریل ۔ ۱۹۸۷ شعبان ۱۴۰۷ ہجری

قیمت: روپے ۵

زرِ سالانہ مع خصوصی شمارے

عام ڈاک سے : ۴۵ روپے ۔ بذریعہ رجسٹری : ۹۰ روپے

ماہنامہ آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی قرآن و احادیث پر مبنی تحریروں کے علاوہ دیگر کہانیوں کے کردار و واقعات فرضی ہیں کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

آنکھ مچولی میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ پیشگی اجازت کے بغیر کوئی تحریر شائع نہیں کی جاسکتی۔

سرپرست	ڈاکٹر ابواللیث صدّیقی
مُدیر اعلیٰ	ظفر محمود شیخ
مُدیر مسئول	تجمّل حسین چشتی
مُدیرانِ اعزازی	امجد اسلام امجد محمّد سلیم مُغل
مُدیرِ مُعاون	محمد اعظم منہاس
قانونی مشیر (اعزازی)	خواجہ عدیل احمد (ایڈوکیٹ)
ناظم اشتہارات	طارق ظفر برنی
کیلی گرافی	رئیس الحسن

گرین گائیڈ اکیڈمی

ادارۂ اشاعت برائے تعلیم و تعمیرِ سیرتِ اطفال

زیرِ سرپرستی ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن

ناشر ظفر محمود شیخ

طابع زاہد علی

مطبع الادیب پرنٹنگ پریس ایم اے جناح روڈ، کراچی

برائے خط و کتابت و مقام اشاعت

گرین گائیڈ اکیڈمی

۱۱۲-ڈی نورس روڈ

سائٹ، کراچی

حسنِ ترتیب

دُعا	خواجہ عابد نظامی	۷
بڑے لوگ بڑی باتیں	(منتخب اقوال)	۸
ڈاک ڈاک کس کی ڈاک	(خطوں کے جواب)	۹
اپریل	اس مہینے کا نام کیسے پڑا، (حمیرا لطیف)	۱۰
دریا کا صندوق	قرآنی کہانی (راہنما ے)	۱۵
عـزم	(نظم) امان خان دل	۱۹
ویمپ ٹیل کی کہانی	رابعہ محمود	۲۰
اگر جنگ چھڑ جائے تو ...	نعیم بلوچ	۲۷
غلامی سے سلطانی تک	سید کاشان جعفری	۳۱
ہے نا حیرت کی بات	وجیہہ احمد صدیقی	۳۶
مچھلیاں پالنا	(آخری حصہ) عقیل عباس جعفری	۳۹
میرا چندا سے رشتہ پُرانا	اظہر نیاز	۴۷
آیئے بنیں آرٹسٹ	(ادارہ)	۴۸
اغوا کے بعد	(حق اسکواڈ) اخلاق احمد	۴۹
بچہ کتنا اچھا	ملکہ افروز روہیلہ	۶۱
کائیں کائیں، چڑیا	(دو نظمیں)	۶۵
لذیذ دار لطیفے	(لطائف)	۶۶
ماں	مصطفیٰ چاند	۷۱
علم کا گیت	نفیس فریدی	۷۹
بدنصیب آبدوز	حمد تنویر شعیب	۸۱
حارو شارو اور مانی	(آخری قسط) فاطمہ ثریا بجیا	۸۷
ریل کا سفر	(روسی بھیس بدلتا ہے) قسط ۵ عظیم سرور	۹۵
علامہ اقبال	عبدالرشید اعوان	۱۰۵
انکل آئی کیو روبوٹ	(سوالاً جواباً)	۱۰۷
آیئے کھانا کھائیں	(آدابِ زندگی) اعظم منہاس	۱۱۱
دائرہ معلومات	اُم رباب جعفری	۱۱۴
نتائج مقابلہ کہانی نویسی	(ادارہ)	۱۲۱
ننھے ہاتھ نئی تحریریں	(بچوں کا سیکشن)	۱۲۳
آؤ ملائیں ہاتھ	(قلمی دوستی)	۱۳۳
ایک صفحہ امی ابو کے لئے	(ادارہ)	۱۳۶

متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن، بنگلہ دیشی — ۱۵۰ روپے / ۹ امریکی ڈالرز

بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائیجیریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ، مغربی جرمنی، ڈنمارک، فرانس، بلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی — ۲۰۰ روپے / ۱۲ امریکی ڈالرز

جنائن، جمیکا، میکسیکو، پانامہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا — ۳۰۰ روپے / ۱۸ امریکی ڈالرز

بات چیت

پیارے دوستو

امتحانات ختم ہوئے . . ایک بوجھ ہلکا ہوگیا۔ اب تو نتائج آرہے ہوں گے . . بہت سے ساتھی یقیناً پاس ہو چکے ہوں گے اکثر نتائج کا انتظار کر رہے ہوں گے جو پاس ہوگئے وہ لائق مبارک باد ہیں اور جو پاس ہو جائیں گے وہ بھی مبارک باد کے مستحق ہیں . . آنکھ مچولی کو اپنے ان ساتھیوں پر فخر ہے . . .

جس نے جتنی محنت کی اللہ نے اُسے اتنا ہی پھل بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا . . محنت کی کھیتی میں نیت کے بیج بونے سے ہی پھل آتا ہے . . رسولِ اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے . .

ہمارے سب ساتھی محنت تو کرتے ہیں لیکن اس محنت کے لئے نیتِ عمل کیا ہے ؟ اور آیا ہے بھی یا نہیں ؟ اگر خدانخواستہ نہیں ہے تو ابھی سے نیت کر لیجئے کہ کیا بننا ہے ؟ اور کیوں بننا ہے ؟ زندگی کے اعلیٰ وارفع مقاصد کو سامنے رکھئے . . لوگوں کے کام آنا اور اُن کے دُکھ درد بانٹنا اپنا مقصدِ حیات بنا لیجئے۔ آپ پڑھ لکھ کر عملی زندگی کے جس شعبے میں بھی جائیں اُس میں محنت دیانت اور فرض شناسی کو اپنے پیشِ نظر رکھیئے گا۔

نیت ابھی سے نیک اور واضح ہو تو مستقبل کی راہیں خود بخود کھلنا شروع ہو جائیں گی۔ انشاءاللہ

آپ کا دوست

ظفر محمود شیخ

اچھی بات

کبھی ایسا نہ ہوا کہ مصیبت کے زمانے میں میری زبان پر حرف شکایت آیا ہو۔ لیکن ایک بار ایسا ہوا کہ میرے دل کی حالت بدل گئی۔ بات یہ ہوئی کہ میرا جوتا ٹوٹ گیا اور نیا جوتا خریدنے کے لئے میرے پاس دام نہ تھے، ننگے پیر ہو جانے کی وجہ سے میں بہت اداس تھا۔

اس حالت میں کوفے کی مسجد میں گیا تو وہاں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو دونوں پیروں کے محروم تھا اسے دیکھ کر میری زبان پر بے اختیار کلمات شکر آ گئے کہ میرے پیر تو سلامت ہیں یہ بے چارہ تو پیروں ہی سے محروم ہے۔

(شیخ سعدی)

قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور مقدس نام آپ کے مطالعے اور معلومات کے لئے شائع کئے جاتے ہیں۔ ان کا احترام اور انہیں بے حرمتی سے بچانا آپ کا دینی فرض ہے۔۔ اگر کوئی ایسا کاغذ کہیں گرا ہوا نظر آ جائے جس پر آیات، احادیث یا متبرک نام لکھے ہوتے ہوں تو آپ انہیں کسی محفوظ مقام پر رکھ دیں یا پاک صاف پانی میں بہا دیں۔

دُعا

اس دنیا میں جو شے بھی ہے
یارب! تُو نے پیدا کی ہے
سورج ، چندا اور ستارے
مانتے ہیں سب تیرے اشارے
بہتے ندّی نالے تیرے
اُن میں تیرنے والے تیرے
سب کی سب یہ خلقت تیری
رَحمت والی عَادت تیری
سب کا پالنے والا تُو ہے
آفت ٹالنے والا تُو ہے
تو ہے ہر اِک بات کا مَالک
دن کا مَالک ، رات کا مَالک
کُل دنیا کا تو دَاتا ہے
تجھ سے جو مَانگے ، پَاتا ہے
میں آیا ہوں ہاتھ اُٹھا کر
رَحمت سے منظور دُعا کر

پَاک وَطن میں رَاج ہو تیرا
اُونچا رہے یہ سبز پھریرا

خواجہ عابد نظامی

بڑے لوگ بڑی باتیں

- ہر اُس شخص کے لئے تباہی ہے جو لوگوں پر طعن اور پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے کا عادی ہے۔
(قرآن کریم)

- لوگوں سے اپنی تعریف سننے کی خواہش آدمی کو اندھا اور بہرہ کردیتی ہے۔ پھر اسے نہ اپنے عیب نظر آتے ہیں نہ دوسروں سے اپنے عیوب سننا پسند کرتا ہے۔
(حضرت محمد صلی اللہ و علیہ وسلم)

- تلوار کا زخم جسم پر ہوتا ہے اور بری گفتار کا روح پر (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ)

- تم بڑوں کا احترام کرو، وہ تم سے محبت و شفقت سے پیش آئیں گے۔ (شیخ سعدیؒ)

- اپنا اخلاق ہر صورت میں بلند رکھو موت سے مت ڈرو ہمارا مذہب یہی سکھاتا ہے کہ موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ اور پاکستان کے عزت وقار کے لئے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہیئے۔
(قائداعظم محمد علی جناح رح)

- جو کوشش کرنا جانتا ہے اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ (سکندر اعظم)

- دنیا میں ہمیشہ ناکامیوں نے کامیابیوں کی بنیادیں مستحکم کی ہیں۔ (محمود غزنوی)

- حصول علم کے لئے صحت کا برقرار رکھنا ضروری ہے۔
(حکیم بوعلی سینا)

- عالم سے ایک گھنٹہ کی گفتگو دس برس کے مطالعے سے زیادہ مفید ہے۔ (بطلیموس)

- کسی نئی چیز کو ایجاد کرنے سے پہلے آپ کو اپنے کام میں مہارت پیدا کرنی ہوگی۔
(الگزانڈر فلیمنگ)

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

• محترم مدیر صاحب ـــــ آنکھ مچولی ایک بہترین رسالہ ہے، لیکن مجھے اس وقت افسوس ہوتا ہے جب میرے خط کو ڈاک ڈاک کس کی ڈاک میں شامل نہیں کیا جاتا، اس طرح دوستوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

(سیّد جاوید حیدر شاہ، بی بلاک، راولپنڈی)

اچھے ساتھی، دیکھئے آپ کا خط شامل ہوگیا ہے، اب آپ خوش ہو جائیں۔ یاد رکھیں شرمندگی تو اس وقت ہوتی ہے جب انسان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے، خط کا جواب نہ ملنے پر شرمندگی تو کوئی بات نہ ہوئی، شاید آپ کو اندازہ نہیں ہمارے پاس اتنے خطوط آتے ہیں کہ صرف نام ہی دیئے جائیں تو ۵، ۷ صفحات تو ہو گئے پورے، آپ ہی نہیں دیگر تمام ساتھیوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ خط کا جواب یا نام شائع نہ ہونے پر پریشان نہ ہوا کریں، جن خطوں میں کسی اہم بات یا سوال کا ذکر ہوتا ہے، اُن کا جواب تو ہم ضرور ہی دیتے ہیں، اس لئے آپ خطوں کے ساتھ ساتھ نئی اور اچھی تحریریں لکھنے پر بھی تو توجہ دیں۔

• انکل ـــــ آنکھ مچولی بہت اچھا رسالہ ہے، میں نے اپنی کلاس کے تمام لوگوں کو اس کی پہچان کرا دی ہے۔ میرے ایک کزن کو رسالہ اتنا پسند آیا کہ وہ مجھ سے چھین کر لے گئے، میں نے ایک کہانی لکھی ہے اگر اجازت ہو تو ارسال کر دوں،

(شازیہ ظفر، مقام نامعلوم)

شازیہ ـــ آپ کو آنکھ مچولی اس قدر پسند آیا کہ آپ نے کلاس میں تعارف بھی کروا دیا ـــ ہم آپ کے شکر گزار ہیں رسالہ مل بیٹھ کر پڑھا کریں، چھینا جھپٹی اچھی بات نہیں، اس طرح رسالہ پھٹ بھی تو سکتا ہے۔ کہانی بھیجنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

• مدیر صاحب ـــــ پابندی سے آنکھ مچولی کا مطالعہ کرتا ہوں، یہ جلد ہی بہت کامیاب رسالہ بن جائے گا، خاص نمبر تو بہت ہی عمدہ تھا۔ میری مبارکباد قبول کیجئے۔

(مبشر احمد قادری، بفرزون، نارتھ کراچی)

بھیا مبشر ـــــ اللہ آپ کو خوش رکھے، آپ کی دعائیں اور اللہ کا فضل وکرم شامل حال رہا تو آنکھ مچولی ضرور کامیاب رسالہ قرار پائے گا۔ آپ کی مبارکباد کا شکریہ۔

• محترم مدیر اعلیٰ ـــــ السلام علیکم، ہمارا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو صرف رسالے خریدتے ہی نہیں، بلکہ احتیاط سے محفوظ بھی رکھتے ہیں، اگر کوئی رسالہ پھٹ جائے یا گم ہوجائے تو ہمیں دکھ ہوتا ہے، کیونکہ اچھے رسالے بیش بہا علمی خزانہ ہیں، پھر آنکھ مچولی کی بات ہی کچھ اور ہے، ہماری درخواست ہے کہ جولائی اور اگست کے شمارے بذریعہ وی پی پارسل بھیج دیں۔ (جمیل احمد خان، ملیر کراچی)

اچھے ساتھی، جمیل ـــــ وعلیکم السلام۔ بھئی آپ نے پرانے رسائل کے حق میں اچھی دلیل پیش کی۔ ہمارا تو خیال ہے کہ آپ کو "رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے" کے موضوع پر آنکھ مچولی کے تحریری مباحثے میں ضرور حصہ لینا چاہئے تھا۔ جولائی اور اگست کے شمارے چونکہ ختم ہو چکے ہیں، اس لئے بھجوانا ممکن نہیں۔

مارچ کا شمارہ بے حد پسند آیا، بالخصوص ڈوڈو سے ملاقات بہت دلچسپ تھی۔ آپ ہر شمارے میں اس طرح کے بچوں کے انٹرویوز ضرور دیا کریں، دائرہ معلومات کی تاریخ بڑھا دیں۔

(ثمینہ نبی بر ڈو، ٹھٹھہ)

ننھی ثمینہ بہن ـــــ رسالے کی پسندیدگی کا شکریہ، ہم انشاءاللہ آئندہ بھی باصلاحیت بچوں کے انٹرویوز دیا کریں گے۔ آپ سب کے بے حد اصرار پر ہم نے دائرہ معلومات کی تاریخ میں پورے ۱۰ روز کا اضافہ کردیا ہے۔ جہاں رسالہ دیر سے پہنچتا ہے اب وہ بھی حصہ لے سکیں گے۔

• جناب ایڈیٹر صاحب ـــــ آداب، مجھے کہانیاں لکھنے کا بہت شوق ہے، میں نے اور میرے چند دوستوں نے ایک رائٹر گروپ بنایا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو کہانیاں لکھ کر بھیجا کریں۔

(عاصم لطیف، گلبرگ لاہور)

ننھے ساتھی، عاصم ـــــ آپ اور آپ کے دوست کہانیاں ضرور لکھیں، شرط یہ ہے کہ کہانیاں نئی ہونی چاہئیں، اپنے اردگرد اور ماحول سے موضوعات تلاش کریں اور اپنے کسی بزرگ سے ضرور تصیح کرالیں، اگر معیاری ہوئیں تو یقین رکھیں ضرور شائع ہوں گی۔

• اچھے انکل ——— مارچ کا آنکھ مچولی بے حد پسند آیا، ویسے تو ہمارے امتحان ہو رہے ہیں، لیکن آنکھ مچولی کی محبت نے خط لکھنے پر مجبور کردیا، میں نے قرآن پاک حفظ کرلیا ہے اور اب چھٹی جماعت کا طالب علم ہوں، اور اسکول میں بھی اچھی پوزیشن ہے۔ لیکن آپ ہمارے خط اور مضامین تو شائع نہیں کرتے بلکہ کراچی والوں کو زیادہ لفٹ کراتے ہیں۔

(حافظ اکرم، ننکانہ صاحب)

حافظ صاحب ——— قرآن مجید حفظ کرنے پر مبارکباد قبول کریں، ہماری دُعا ہے کہ رب کریم آپ کو دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے نوازے ——— بھیّا یہ بات درست نہیں کہ ہم کراچی والوں کو لفٹ کراتے ہیں، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں لفٹ ہے ہی نہیں، ہم تو سیڑھیاں چڑھ کر ہی دفتر میں آتے ہیں۔ آپ اس شمارے کو دیکھ لیں، اس میں پورے ملک کے بچوں کی نمائندگی آپ کو خود ہی نظر آئے گی۔

• پیارے انکل ——— آنکھ مچولی کا دائرہ معلومات بہت ہی اچھا سلسلہ ہے، شاید اُمّ ِ رباب جعفری کے پاس سوالوں کا مرتبان ہے جو ختم ہی نہیں ہوتے ——— انکل سوالوں کی تعداد ذرا کم کردیں۔

(ہمایوں بشیر، گوالمنڈی، راولپنڈی)

ہمایوں بھیّا ——— دائرہ معلومات کی پسندیدگی پر مشکور ہیں۔ ہمیں تو لگتا ہے اُمّ رباب کے پاس مرتبان نہیں کوئی زنبیل ہے۔ آپ سوالات مزید کم کروانے پر تلے ہوئے ہیں ——— بھیّا پہلے تو ۳۰ سوال ہوتے تھے جنہیں کم کرکے ہم نے ۲۰ سوالات کردیئے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ یہ مناسب ہیں۔

• جناب مدیر صاحب ——— ہم نے اور ہمارے کئی دوستوں نے کہانیاں بھجوائیں مگر آپ نے نہیں چھاپیں۔ اس لئے ہم آپ سے ناراض ہیں۔ (فیصل مختار، کنری، تھرپارکر)

بھیّا فیصل ——— ناراضگی معاف، آپ جب بھی تحریریں بھیجیں اپنے کسی بزرگ سے اصلاح کروالیا کریں ——— پھر دیکھیں کیسے نہیں چھپتیں،

• مدیر صاحب ——— میں نے پہلے بھی بہت سے خط مٹھائی والے کے شیرے میں ڈبو ڈبو کر لکھے مگر آپ نے جواب ہی نہیں دیا، امید ہے یہ خط بھی ردّی کی ٹوکری کی غذا بنے گا، (ارشد الہدیٰ عادل، منگھوپیر، کراچی)

برادر ارشد الہدیٰ ——— دراصل ہوا یوں کہ آپ نے سیاہی کے بجائے شیرہ استعمال کیا تھا ناں ——— اس لئے راستے ہی میں اُسے چیونٹیاں چٹ کرگئیں، ہمارے پاس تو خالی صفحہ ہی پہنچا، دیکھ لیا آپ نے ضرورت سے زیادہ میٹھا خط لکھنے کا انجام، کچھ ہمیں ہماری غلطیوں پر بھی تو توجہ دلایا کریں، صرف تعریف سے کام نہیں چلتا،

ملک بھر سے لاتعداد ساتھیوں کے خطوط موصول ہوئے... اچھی اچھی تجاویز، بہترین مشورے اور تنقید و تبصرے ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ جنکی روشنی میں ہم آنکھ مچولی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم ان تمام ساتھیوں کے ممنون ہیں جنہوں نے ہمیں خط لکھے... فرداً فرداً تمام خطوط کے جوابات دینا ممکن نہیں ہے اس لئے ہم نے چند منتخب خطوط کے جواب دیئے ہیں بقیہ نام "شکریہ" اور اس امید کے ساتھ شائع کر رہے ہیں کہ ساتھیوں کا یہ قلمی تعاون ہمیں ہمیشہ حاصل رہے گا ——— (ادارہ)

- امتیاز احمد، لطیف آباد، حیدر آباد • تنویر احمد، خواجہ چوک، حیدر آباد • راجہ شکیل احمد، کراچی
- شکیل شیرازی، ٹنڈو آدم • محمد یعقوب قریشی، ڈڈیال، آزاد کشمیر • محمد عباس نوشاہی، میٹھادر کراچی
- عارف مزمل، چنیوٹ • رفیق احمد، لادہ، تلہ گنگ • محمد نوشیر، محمد پور ساہیوال
- ذکری وحید، سنت نگر لاہور • عظمیٰ عقیل فاروقی، میانی روڈ، سکھر • محمد کاشف شفیق، فیصل کالونی کراچی
- خواجہ محمد عمر، خیابان سرسید راولپنڈی • راجہ اشفاق احمد، ٹنڈو باگو • نیاز علی، گوجر گڑھی، مردان
- اورنگزیب جونیجو، ٹنڈو آدم، ضلع سانگھڑ • احتشام احمد، اسلام آباد • مظفر طاہر، چکلالہ روڈ، راولپنڈی
- عبدالرؤف بدر، گارڈن، کراچی • محمد پرویز آرائیں، شرق پور، لاہور • ظہیر عباس، شاہی بازار، دادو
- محمد شمشاد، ہری پورہ، ہزارہ • گلزار احمد، ڈیرہ غازی خان • سید سبط شبر، بطحیٰ ٹاؤن، کراچی
- ظفر اقبال سومرو، ٹھارو شاہ، نوابشاہ • فرزانہ روحی، اورنگی ٹاؤن، کراچی • علی رؤف، لاہور
- ریاست علی قائم خانی، کنڈیارو، نوابشاہ • س.م. دانش، اورنگی، کراچی • ملک عارف امیر، عزیز آباد، کراچی
- عمران اکرم، ساندہ خورد، لاہور • ایم رفیق زاہد، گوادر، بلوچستان • فوزیہ شفیق، لیاقت آباد، کراچی
- جہانگیر افسر، مظفر آباد، آزاد کشمیر • محمد اشرف جاوید، صمد پورہ، اوکاڑہ • طاہرہ صادق، قلعہ گجر سنگھ، لاہور
- عطاءاللہ، آدم جی نگر، کراچی • محمد پرویز، ہٹیاں بالا، شاہدرہ • عبداللہ آفریدی، مہاجر کیمپ، کراچی
- شہزاد النور، ریلوے کالونی، راولپنڈی • نوید اصغر، ہارون آباد، پنجاب • تجمل حسین حیدری، پنڈ دادنخان
- محمد اسلم صدیقی، لیاری، کراچی • جمشان تصدق، فیصل آباد • بصیر الدین گاہوٹھی، نیو ہالا
- راحت صلاح الدین، منگھوپیر، کراچی • محمد یوسف بھٹی، کنری، ضلع تھرپارکر • ریحان احمد لئیق، آرام باغ، کراچی
- شہزاد افضل، چاہ برجے، سیالکوٹ • اختر حسین، پٹیل پاڑہ، کراچی • بدر بن شفیق، مقام نامعلوم
- ضیاء الحسن، شاہی بازار، عمر کوٹ • غلام حسن خان، میانوالی • ثناء اللہ شاہ، اشفاق آباد، کمالیہ
- ضمیر احمد عادل، مقام نامعلوم • منیر احمد فاضل، برانڈرتھ روڈ، لاہور • پرکاش کمار کاچھیلا، شہداد کوٹ
- مطیع الرحمٰن، صدر بازار، خان پور • شکیل احمد میمن، بھریا سٹی • عبدالقادر بلوچ، پسنی، مکران
- امجد علی شاہ، ظاہر پیر، رحیم یار خان • کاشف آزاد، موہن پورہ، راولپنڈی • سیف الدین سیف، ماڈل کالونی، کراچی
- مولا بخش بلوچ، کاٹھور، بلوچستان • شہزاد سعید، لیاقت آباد، کراچی • صابر بلوچ، گوادر، بلوچستان
- آصف بھٹی، ڈیرہ اسماعیل خان • محمد وسیم اشرف، میاں چنوں • حمیرا ناز، لانڈھی، کراچی

حمیرا لطیف

اَپریل

سال کا چوتھا مہینہ

اس مہینے کا نام کیسے پڑا؟

اپریل کا مہینہ اور اس کے معنیٰ۔ اپریل کا مہینہ موسم بہار کی آمد کی اطلاع دیتا ہے اس مہینے میں ہر طرف رنگ برنگے پھول کھِل جاتے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ اپریل کے صحیح معنیٰ کیا ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ شبہ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ رومیوں نے اِس مہینے کا نام محبت کی دیوی زہرہ کے یونانی نام ایپھرودیت سے متاثر ہو کر رکھا ہے۔ لیکن زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ لاطینی لفظ اپرائر سے بنا ہے جس کے معنیٰ کھولنے OPEN کے ہیں کیونکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ اپریل سال کو کھولنے والا مہینہ ہے۔ مارچ کی بارشوں کے بعد صحیح معنوں میں اپریل سے سال کی ابتدا ہوتی ہے۔ موسم بدلتا ہے اور درختوں، پودوں پر نئے نئے پھول اور پتے آتے ہیں۔

عیدی کون لے گا؟

عید کے موقع پر ماہنامہ آنکھ مچولی کی جانب سے ہم آپ کو عیدی پیش کرنا چاہتے ہیں.

مگر ـــــ مسئلہ یہ ہے کہ عیدی کسے دی جائے؟

یقیناً عیدی کا سب سے زیادہ مستحق وہ ساتھی ہے جو اسے سب سے بہتر انداز سے خرچ کرے

اگر آپ کو عیدی دی جائے تو آپ اسے کس "مد میں خرچ کریں گے؟" یا "عیدی کا بہترین استعمال کیا ہوگا"

جو ساتھی ایک سطر میں سب سے بہترین جواب بھجوائے گا.. عیدی اُس کی... تو پھر جلدی سے اپنا جواب ہمیں

ماہنامہ آنکھ مچولی کے پتے پر روانہ کیجئے... مقابلے میں شامل ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ اپریل ہے.. (ادارہ)

اِمتحان میں کامیابی مبارک

آپ کی محنت رنگ لائی

آپ کو اللہ تعالیٰ نے سالانہ امتحان میں کامیابی سے سرفراز کیا

یہ کامیابی یقیناً آپ کی محنت کا پھل ہے، ہم آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں...

جن ساتھیوں کے نتائج آنا باقی ہیں... ان کی کامیابی کیلئے بھی ہم دُعاگو ہیں.

اللہ تعالیٰ آپ سب کو

دنیا اور آخرت میں ایسی بہت سی کامیابیاں عطا کرے. آپ سب کیلئے ہمارا ایک ہی پیغام ہے

پڑھیئے .. پڑھیئے اور خوب پڑھیئے ...

اچھا طالب علم وطن کے روشن مستقبل کا ضامن ہے. (ادارہ آنکھ مچولی)

دریا کا صندوق

قرآنی کہانی

راہنما سے ماخوذ

مصر میں ایک بہت ہی ظالم بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ دُور دُور تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بادشاہ کا دعویٰ تھا کہ وہ چونکہ بہت طاقت رکھتا ہے لہٰذا اُسے خدا تسلیم کیا جائے۔ تمام لوگ اُسے خدا مانتے تھے لیکن اس کے باوجود بیوقوف اپنے اردگرد بہت سے نجومی رکھتا تھا اور ان سے حال معلوم کرتا تھا۔ ایک دن چند نجومیوں نے ڈرتے ڈرتے اس بادشاہ کو بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو آپ کی خدائی اور اس حکومت کا دشمن ہوگا۔ آپ کی حکومت اس بچّے کے ہاتھوں تباہ ہوجائے گی۔ بادشاہ نے جب یہ سُنا تو بہت طیش میں آیا اور وزیر کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جتنے بھی لڑکے پیدا ہوں انہیں فوراً قتل کر دیا جائے۔ بادشاہ کے اس حکم سے بنی اسرائیل کے بچوّں کا قتل عام شروع ہوگیا۔ عورتیں اپنے پیدا ہونے والے بچوّں کو ڈر کے مارے چھپائے پھرتی تھیں۔ ایک عورت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ بچہ بہت ہی خوبصورت اور تندرست تھا۔ عورت بہت پریشان ہوئی کہ کہیں ظالم بادشاہ کے آدمی اسے نہ دیکھ لیں۔ چنانچہ عورت نے ایک لکڑی کے صندوق میں اس بچّے کو بند کیا اور بہتے ہوئے دریا میں صندوق چھوڑ دیا۔ بچّے کے دونوں انگوٹھے منہ میں دے دیئے تاکہ وہ چوستا رہے۔ بچوّ صندوق دریا میں ڈال کر یہ عورت اللہ سے دُعا کرنے لگی کہ "مالک تو نے ہی اسے دُنیا میں پیدا کیا ہے، میں ظالم بادشاہ کے خوف سے اسے اس بستی سے نکال رہی ہوں تو ہی اس کی زندگی کی حفاظت کرنا"۔

ایک دن ظالم بادشاہ اپنی ملکہ کے ساتھ سیر کرنے دریائے نیل کے کنارے گیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ کیا دیکھا ایک بڑا صندوق بہتا ہوا کنارے آلگا۔ بادشاہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ صندوق باہر نکال کر کھولا جائے۔ اب جو صندوق کھولا گیا تو سب دنگ رہ گئے۔ اس میں انتہائی خوبصورت شیرخوار بچہ اپنے انگوٹھے کو چوس رہا ہے۔ ملکہ نے جب بچہ دیکھا تو بڑھ کر گود میں اٹھالیا اور خوب پیار کیا۔ ملکہ کی

کوئی اولاد نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے بادشاہ سے ضد کی کہ اس بچّے کو وہ خود پالے گی۔ بادشاہ بھی ملکہ
کی ضد سے مجبور ہو گیا اور بچّے کو شاہی محل میں لے آیا۔ ملکہ نے اس بچّے کو اپنے بچّوں کی طرح پالا حتیٰ کہ
وہ جوان ہو گیا۔ ایک دن یہ نوجوان بازار گیا۔ کیا دیکھا کہ راستے میں مصر کے کچھ لوگ ایک اسرائیلی شخص
کو بُری طرح مار رہے ہیں۔ اس نوجوان کو بہت غصّہ آیا۔ اس نے بڑھ کر اسے بچا لیا تو مارنے والے اس سے
جھگڑنے لگے۔ غصّے میں آکر اس نے ایک شخص کو گھونسہ مار دیا۔ وہ زمین پر گرا اور فوراً ہی مر گیا۔ فرعون
نے نوجوان کو گرفتار کرنے اور پھانسی دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن موقع پا کر یہ نوجوان مصر سے بھاگ نکلا اور
سیدھا مدین جا پہنچا۔ تھکا ہارا ایک کنوئیں پر پہنچا جہاں دو لڑکیاں پانی بھرنے کے انتظار میں کھڑی تھیں
اس نوجوان نے ایک ڈول پانی نکال کر چھوٹی لڑکی کو دیا کیوں کہ وہ خود کنوئیں سے پانی نہیں نکال سکتی تھی
لڑکی نے جا کر اپنے باپ کو بتایا کہ ایک نوجوان نے اسے پانی بھر دیا ہے۔ باپ نے کہا اُسے بلاؤ ہم مزدوری
دیں گے۔ جب یہ نوجوان اس لڑکی کے باپ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔
نوجوان نے سارا واقعہ سُنا دیا۔ اس شخص نے نوجوان کو ملازم رکھ لیا اور اپنی بیٹی کی نوجوان سے شادی
کر دی۔ چند سال بعد نوجوان اپنی بیوی کو ساتھ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ سخت سردی کا زمانہ تھا۔ کیا
دیکھا کہ دُور آگ جل رہی ہے۔ نوجوان وہاں گیا تو وہاں ایک پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا کہ جاؤ جا کر
بادشاہ کو نرمی سے نصیحت کرو۔ وہ بہت ظالم اور سرکش ہو گیا ہے۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ نوجوان
نے چاروں طرف دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ نوجوان نے اُسے اللہ کا پیغام سمجھا اور اللہ کی حکمرانی کی تبلیغ شروع
کر دی۔ نوجوان نے جا کر بادشاہِ وقت کو بہت سمجھایا کہ خدا بہت بڑا ہے۔ اس کی بندگی کرو، وہ
ہی سب کچھ دیتا ہے اور سب کچھ چھین لیتا ہے۔ لیکن بادشاہ نہ مانا اور کہنے لگا اگر تم اللہ کے نمائندے ہو
تو اپنے اللہ کی طرف سے کوئی ثبوت پیش کرو۔ نوجوان نے اپنا سیدھا ہاتھ بغل میں دبایا، نکالا تو اس طرح
روشن ہو گیا جیسے چاند چمکتا ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کوئی جادوگر ہے اور ہمیں مصر سے نکالنا چاہتا ہے۔
بادشاہ نے بڑے جادوگروں کو جمع کیا کہ نوجوان سے مقابلے کرنے کا فیصلہ کیا۔ میدان میں سب کو جمع کیا گیا
جادوگروں نے اپنے جادو سے نوجوان کے چاروں طرف اژدھے پھیلا دیئے۔ ایک لمحے کے لئے نوجوان پریشان ہو گیا
اور اس کے ہاتھ میں جو لاٹھی تھی زمین پر پھینک دو۔ جیسے ہی نوجوان کو خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ لاٹھی
زمین پر پھینک دو۔ جیسے ہی نوجوان نے لاٹھی زمین پر پھینکی وہ بڑا اژدھا بن کر سب اژدھوں کو نگل گئی۔ تمام
جادوگر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کئی خدا پر ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو غصّے سے لال پیلا ہو گیا

اور کہنے لگا میں تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا اس واقعہ کے بعد بھی بادشاہ کے آدمی اپنے مظالم سے باز نہ آئے اور جو بھی شخص نوجوان پر ایمان لایا، اُسے تکلیفیں دیتے لیکن اس کے باوجود خدا پر ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی ایک دن اس نوجوان نے اپنے تمام آدمیوں کو جمع کیا اور ملک چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ سب چلتے چلتے دریائے نیل پر پہنچے۔ ادھر بادشاہ کے آدمیوں کو خبر ہوئی تو اُن کا پیچھا کرتے ہوئے دریا تک آ گئے۔ اس نوجوان نے دیکھا کہ آگے دریا ہے اور پیچھے دشمنوں کے بہت سے آدمی اب سب مارے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس نے اپنی لاٹھی دریا پر ماری۔ دریا کے پانی میں سے راستے بن گئے۔ ان راستوں پر چلنا شروع کیا دریا کے یہ راستے خود بخود ختم ہو گئے اور سارے دشمن ڈوب گئے۔ جب بادشاہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا میں تمہارے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ نوجوان نے کہا اب کچھ نہیں ہو سکتا اللہ کا عذاب چکھو اور اس طرح بادشاہ سمیت تمام لوگ ڈوب کر مر گئے۔ نوجوان اپنے دوستوں کو لے کر فلسطین گیا۔ اور وہاں آباد ہو گئے۔ وہاں انہوں نے گیہوں، مسور کی دال اور پیاز کی کاشت کی اور خوش زندگی گزارنے لگے۔

یہ نوجوان اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور وہ ظالم بادشاہ فرعون تھا جو دریائے نیل میں ڈوب کر مر گیا۔

بھولیئے گا نہیں

مئی ۶۸ء کا آنکھ مچولی

اسکاؤٹ اسپیشل ہوگا

انشاء اللہ

نئی روایتوں کا امین ماہنامہ آنکھ مچولی ایک بار پھر اپنے پڑھنے والوں کے لئے نئی طرز کا "اسکاؤٹ اسپیشل" پیش کر رہا ہے" اسکاؤٹنگ" اور" گرلز گائیڈ" کے موقع پر بیش بہا معلومات۔۔۔ کہانیاں۔۔۔ کھیل ۔۔۔ اور۔۔۔ اور وہ بہت کچھ جو آپ اپنے پسندیدہ ماہنامے میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

مئی کا شمارہ خریدنا نہ بھولئے گا۔

انڈس واٹرکولر
پاکستان میں پہلی مرتبہ
آسٹرو پاک
کلیپر فین
برقی پنکھوں کی ٹیکنالوجی میں آسٹرین سائنس کی اختراعی پیشکش
آپ کے حکم کے تابع - بغیر ہاتھ لگائے
حکم کریں پنکھا چلے
حکم کریں پنکھا رُکے
وال/ٹیبل/پیڈسٹل فین کے بطور اِستعمال کیاجاسکتا ہے۔
* بجلی کے خرچ میں ۵۰ فیصد بچت * غیرمعمولی ہلکا پنکھا
* شاک پروف * انتہائی خوشنما * اسٹریملائینڈ باڈی
* بے حد پائیدار * زنگ سے محفوظ - آواز سے مُبرا
* متعدد پائیدار رنگوں میں دستیاب
تحفے تحائف میں دینے کے لئے بے نظیر
ایک سال کی گارنٹی
کوئی شکایت ہو تو فون 233667 کرکے فوری ہوم سروس حاصل کیجئے۔
البرخت پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ
پہلی منزل، نسروانجی بلڈنگ، مچھی میانی روڈ، کراچی - فون: ۲۳۳۶۶۷
MASS

عزم

محمد امان خان دل

ہم ہیں پاکستانی بچے اپنے قول وفعل میں سچے
پڑھنے لکھنے میں ہم آگے ہیں اپنے کردار بھی اچھے
دنیا بھر کے معذوروں کی مجبوروں کی آس بنیں گے
اپنے دیس پہ آنچ آئی تو ہم راشد منہاس بنیں گے
سائنس اور ٹیکنولوجی میں ہم بھی نام کمائیں گے
اپنی عظمت کا ہم لوہا دنیا سے منوائیں گے
ہم نے عزم کیا ہے اک دن ہم بھی چاند پہ جائیں گے
چاند تو چاند ہے ہم تاروں پہ دنیا نئی بسائیں گے
شہرت کی اونچی چوٹی پر اپنی آپ مثال بنیں گے
ہم بھی اپنے دور کے یارو علامہ اقبال بنیں گے
عزم وہمت کے متوالے دشمن کو دہلانے والے
پاکستان کو ناز ہے ہم پر ہم بھی ہیں اس کے رکھوالے
پاک وطن کے لوگوں کو ہم ایک سبق سکھلائیں گے
آپس میں مل جل کر رہنا ہم ان کو بتلائیں گے
علم وہنر اخلاق و محبت کی ہم شمع جلائیں گے
روشن کرنیں اس کی دور دور پھیلائیں گے

بیرونی ادب سے

رابعہ محمود

ولیم ٹیل کی کہانی

چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں آسٹریا پر ایلبرٹ اوّل حکومت کرتا تھا، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ پر بھی اس کی اجارہ داری تھی، اس کے باوجود ملک گیری کی ہوس پوری نہ ہوتی تھی، وہ چاہتا تھا کہ اپنی سلطنت کی حُدود کو بحیرۂ روم سے لے کر بحرِ جرمنی تک اور بحرِ کیسپئن سے بحرِ اوقیانوس تک وسیع کرلے.

اپنی سلطنت کو سنبھالنے کے لئے اس کو کئی گورنر مقرر کرنا پڑے، ایلبرٹ بڑا ظالم اور لالچی بادشاہ تھا، اور جن لوگوں کو اس نے بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر رکھا تھا وہ بھی سخت گیر اور تشدّد پسند تھے کہاوت "جیسی رُوح ویسے فرشتے" اُن پر پوری طرح صادق آتی تھی، ان حالات میں اس کی رعایا بہت مایوس اور دل گرفتہ تھی۔ خاص طور پر سوئٹزرلینڈ اور جرمنی کے لوگ اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ وہ آسٹریا کے لوگوں کے غلام بن کر رہیں، اور طرح طرح کے ظلم وستم برداشت کریں۔

اس طرح وہ اپنے غم وغصے کا اظہار کرنے کے لئے اکثر گھات لگا کر آسٹریا کے فوجیوں پر حملہ کر دیا کرتے تھے، اب پر اُن کو سخت سزا برداشت کرنا ہوتی تھی، حکمران ایلبرٹ بغیر مقدمہ چلائے اور کوئی فریاد سنے اُن کی عورتوں اور بچّوں کو بھی قید میں ڈال دیتا تھا،

کسی سلطنت کی حدوں کو وسیع تو کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کا انتظام کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا، فوجیوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دینا پڑتی ہیں، گھوڑے اور آلاتِ جنگ فراہم کرنے ہوتے ہیں، سرکاری ملازمین کی وردیوں اور جُوتوں کا انتظام کرنا پڑتا ہے، رشوت کا بازار گرم ہوتا ہے، اس طرح بھاری رقم خرچ ہوتی ہے اور ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے عوام پر بھاری ٹیکس عائد کر دیئے جاتے تھے۔

سوئٹزرلینڈ میں ایک مقام پر ایک شکاری رہتا تھا، اس کا نام ولیم ٹیل تھا، اس کو آسٹریا کے باشندوں سے سخت نفرت تھی، اس کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ وہ اِن لوگوں سے کسی قسم کا مِلنا جُلنا یا لین دین نہ رکھے، اُسے تو بس اپنے سوئٹزرلینڈ کا باشندہ ہونے کا انتہائی فخر تھا، دراصل وہ اُس دن کا

بے چینی سے منتظر تھا کہ جب آسٹریا کے لوگ اس کا وطن چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔

جس شہر میں ولیم ٹیل رہتا تھا، اُس کے حاکم کا نام گیلر تھا، وہ بھی اپنے بادشاہ ایلبرٹ کی طرح بہت ظالم اور جابر شخص تھا، ظلم و تشدّد میں دوسرے گورنر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اُسے ملک گیری کا بھی خبط تھا، جس طرح ایلبرٹ کی تمنا تھی کہ وہ پورے یورپ پر حکمرانی کرے، اسی طرح گیلر کی بھی خواہش تھی کہ وہ پورے سوئٹزر لینڈ کی باگ ڈور سنبھال لے۔

گیلر کی ہر لمحہ کوشش ہوتی تھی کہ شہنشاہ ایلبرٹ اُس سے خوش رہے اسی لئے گیلر بادشاہ کے ہر حکم کو بجا لانے کے لئے تیار رہتا تھا، اگر ایلبرٹ عوام پر ایک ہزار روپے کا ٹیکس عائد کرتا تو گیلر ڈھائی ہزار کا ٹیکس لگا دیتا، دو ہزار ایلبرٹ کے لئے اور پانچسو روپے اپنے لئے، اس طرح سے وہ ایلبرٹ کو تو خوش کر دیتا تھا، لیکن عوام اُس سے بہت بیزار تھے۔ جیلوں میں بھی جگہ نہیں رہی تھی، اور مزید ٹیکس ادا کرنے کی اب لوگوں میں سکت نہیں تھی، غریب کسان بالآخر کتنی رقم دے سکتے تھے۔

گیلر نے ایلبرٹ کو خوش کرنے کے لئے ان غریبوں سے رقم نکلوانے کی ایک نرالی ترکیب سوچی، اس نے ہر گاؤں کے بازار میں جگہ جگہ بانس گڑوا دیئے اور ان کے اوپر آسٹریا کی فوجی ٹوپی لٹکا دی اور منادی کروا دی کہ سوئٹزر لینڈ کا جو باشندہ اس ٹوپی کے سامنے سے گزرے وہ اس کو سلام کرے، کیونکہ یہ ٹوپی بادشاہ کی نمائندگی کرتی

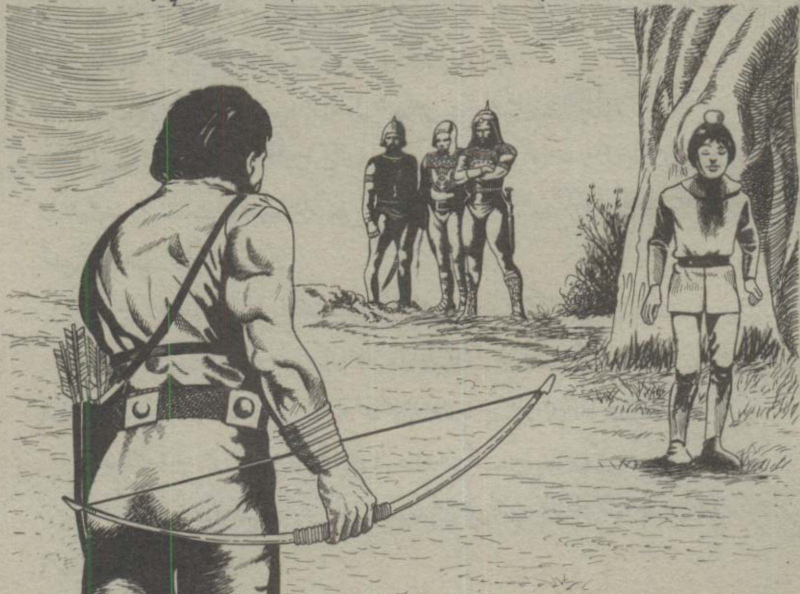

ہے، جو شخص اس ٹوپی کو سلام نہیں کرے گا اس کو ایک بڑی رقم جرمانہ کے طور پر دینا ہوگی، کسانوں کے پاس اتنا روپیہ کہاں تھا کہ وہ جرمانہ ادا کرتے رہتے، لہٰذا وہ دل پر جبر کر کے ٹوپیوں کو سلام کرتے رہے۔

ولیم ٹیل چونکہ شکاری تھا، اس کا شہر میں آنا جانا بہت ہی کم ہوتا تھا، جب بھی آتا تو بہت کم عرصہ کے لئے، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ آسٹریا کے باشندوں سے اس کی مڈبھیڑ ہو، ایک بار اُس کی بیوی نمک خریدنے کے لئے بازار آئی، اُس کی حفاظت کے خیال سے ولیم ٹیل اور اس کا بیٹا بھی ہمراہ چلا آیا، اتفاق سے اُسی دن گیلر اپنے سالانہ دورے پر اِدھر آیا ہوا تھا، ولیم ٹیل بے خبری میں ٹوپی کو سلام کئے بغیر بانس کے پاس سے گزر گیا۔ گیلر نے فوراً سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کو گرفتار کرلیں، چھ طاقت ور سپاہیوں نے اس کو گھیر کر زمین پر گرالیا اور گیلر کے سامنے حاضر کیا، گیلر نے بہت برہم ہو کر پوچھا، "تم نے بادشاہ کو سلام کیوں نہیں کیا۔

زمین پر پڑے ہوئے ہی ولیم نے جواب دیا "مجھ کو تو بادشاہ صاحب کہیں نظر نہیں آئے جناب"

"تم کو معلوم نہیں کہ بانس پر رکھی ہوئی یہ ٹوپی شاہنشاہ کی نمائندگی کرتی ہے۔

ولیم ٹیل نے مسکرا کر جواب دیا "حضور! بادشاہ سلامت اس بانس کی طرح کے پتلے ہو سکتے ہیں؟ انہوں نے تو ہم غریبوں کی ساری گاڑھے پسینے کی کمائی ٹیکسوں کے ذریعے کھالی ہے!"

یہ سُننا تھا کہ گیلر مارے غصّے کے آپے سے باہر ہوگیا اور اُس نے حکم دیا کہ "سامنے جو لڑکا کھڑا رو رہا ہے۔ اس کو یہاں لاؤ، یہ یقیناً ٹیل کا بیٹا ہے جو اپنے باپ کے لئے رو رہا ہے۔"

"میرے بیٹے کو چھوڑ دیجئے جناب اس کا کوئی قصور نہیں ہے" ولیم ٹیل نے التجا کی،

"باپ کا جرم اتنا سنگین ہے کہ باپ کے ساتھ بیٹے کو بھی سزا دی جا سکتی ہے" گیلر نے جواب دیا اور پھر لڑکے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "بچّے رونا بند کرو، میں تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، لیکن شاید تمہارا باپ ہی تم کو مار ڈالے"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے،" ٹیل دہشت سے چلایا "میں اپنے لختِ جگر کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دوں گا،"

"اچھا یہ بات ہے" گیلر نے اور بھی لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا "شکاری ہونے کے ناطے تم کو تیر اندازی میں کافی مشق ہونا چاہیئے، اور نشانہ خطا نہیں ہونا چاہیئے، چلو ابھی آزما لیتے ہیں"

"سپاہیو! — اس لڑکے کے ہاتھ پیچھے باندھ دو اور ایک سیب اس کے سر پر رکھ دو"

پھر گیلر ٹیل سے مخاطب ہوا۔ "جناب اب دیکھتے ہیں، آپ کتنے ماہر نشانہ باز ہیں۔ صرف ایک تیر سے اس سیب کے دو ٹکڑے کر دو"

اردگرد کھڑے لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں، اور بعض کے مُنہ خوف کے مارے کھُلے کے کھلے رہ گئے،
" اگر تمہارا نشانہ خطا ہوگیا تو سمجھ لو کہ آج کے بعد سے تم، تمہاری بیوی اور بیٹا سورج کی روشنی کبھی نہیں دیکھیں گے، کیونکہ میں تم سب کو قلعے کے تاریک تہ خانے میں ڈال دوں گا" گیلر نے مزید یہ دھمکی دی۔
" اور اگر میں کامیاب ہوگیا تب!" ولیم ٹیل نے ہمّت کرکے پوچھا
" اور اگر تم اس امتحان میں پورے اُترے تو اس بار تم کو چھوڑ دیا جائے گا" گیلر نے جواب دیا۔
پھر مجمع سے مخاطب ہوکر کہنے لگا " آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں کتنا رحمدل آدمی ہوں، زیادتی نہیں کرتا" لیکن مجمع نے اس کی تائید نہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی۔
ولیم ٹیل نے بہت احتیاط سے تیر کو کمان میں لگایا اور کافی دیر تک نشانہ بناتا رہا، لوگ اپنا سانس روکے دم بخود کھڑے تھے کہ دیکھو اب کیا ہوتا ہے، دُور وادی میں کہیں گھنٹی بجنے کی مدہم سی آواز سنائی دے رہی تھی ورنہ بالکل خاموشی تھی " شائیں" کی آواز کے ساتھ تیر کمان سے نکلا اور لوگوں نے خوشی سے نعرے بلند کئے جب انہوں نے دیکھا کہ سیب کے دو برابر ٹکڑے تقسیم ہوچکے ہیں اور تیر اس کو تقسیم کرتا ہوا، پیچھے درخت میں پیوست ہوگیا ہے،
یہ دیکھ کر گیلر کو حیرت بھی ہوئی کہ ایک باپ اپنے حواس کیسے قابو میں رکھ سکتا ہے، اور غصّہ بھی آیا کہ اس کی ترکیب کامیاب نہیں ہوئی، دوسری طرف لوگ دیر تک تالیاں بجاتے رہے اور ولیم کو شاباشی دیتے رہے، آخرکار گیلر سے رہا نہ گیا، اور اس نے حکم دیا کہ سب لوگ بالکل خاموش ہوجائیں، اور جب شور بند ہوا تو گیلر نے کہا " اس مرتبہ تو تم جیت گئے ہو، اس لئے میں حکم دیتا ہوں کہ تمہارے لڑکے کو آزاد کردیا جائے"
لڑکا بہت خوفزدہ تھا، جیسے ہی اُس کے ہاتھ کھُلے، وہ دوڑتا ہوا اپنے باپ سے لپٹ گیا،
گیلر کی دلچسپی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی، اُس نے ولیم ٹیل سے دریافت کیا " میں نے تم کو صرف ایک تیر سے سیب کے دو ٹکڑے کرنے کو کہا تھا پھر تم نے ترکش سے دو تیر کیوں نکالے تھے!"
" اگر خدانخواستہ میرا نشانہ خطا ہوجاتا یا میرے بیٹے کے بال سے تیر رگڑ بھی کھا جاتا تو دوسرا تیر یقیناً تمہارے سینے میں پیوست ہوتا، اس بات کا مجھے اتنا ہی یقین ہے جتنا اس حقیقت کا کہ ایک دن ضرور آئے گا جب میرا وطن سوئٹزرلینڈ آزاد ہوجائے گا اور ہمیں ظلم سے نجات حاصل ہوگی" ولیم نے اطمینان سے جواب دیا یہ سُننا تھا کہ لوگ خوشی سے ناچنے لگے، اب بھلا گیلر کیونکر برداشت کرتا، وہ طیش میں آکر چلایا
" سپاہیو! اس آدمی کو گرفتار کرلو، مجمع کو منتشر کردو، اور کرفیو لگادو"

محافظ ٹیل کو گھسیٹ کر تالاب کی طرف لے جانے لگے۔

" اسے تالاب پار کرا کر قلعہ تک لے چلو، میں ابھی آتا ہوں" گیلر نے حکم دیا۔

سپاہیوں نے ٹیل کو بے دردی سے کشتی میں ڈال دیا، اور چھ تنومند جوان پتوار چلانے لگے، جب کشتی تالاب کے درمیان پہنچی تو اچانک ایک زوردار آندھی آئی اور کشتی اس کی لپیٹ میں آکر ہچکولے کھانے لگی، گہرے پانی میں وہ کبھی ڈوبتی محسوس ہوتی تھی اور کبھی اُبھر آتی تھی، سب کو یقین ہوگیا تھا کہ کشتی ڈوبنے ہی والی ہے سپاہیوں کے تو ہوش اُڑ گئے تھے، اور گیلر کا چہرہ مارے وحشت کے کبھی سُرخ اور کبھی نیلا ہوتا تھا، جب اس کے رنگ بدلتے ہوئے چہرے پر پھُوار پڑتی تو وہ زور سے مدد کے لئے چیختا تھا۔

ولیم ٹیل نے یہ دیکھ کر زور سے کہا سب لوگ خاموش بیٹھے رہیں اور مجھ کو پتوار دے دیں کیونکہ میں اس تالاب کی آندھیوں اور طغیانیوں سے خوب واقف ہوں، میں کشتی کو سنبھال سکتا ہوں"

مرتا کیا نہ کرتا — گیلر نے حکم دیا کہ جیسا ٹیل کہے ویسے ہی کیا جائے۔"

جلد ہی ٹیل کے ہاتھ کھولے گئے اور اُسے پتوار تھما دیئے گئے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹیل کھڑا ہوگیا اور پتوار کو اپنے سر کے چاروں طرف گھمایا، سب سپاہی کشتی میں گر گئے، اور اس افراتفری میں ٹیل نے پانی میں چھلانگ لگا دی، اور غوطہ لگا کر پانی کی گہرائیوں میں اُترتا چلا گیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نیچے کی لہروں میں طغیانی نہیں ہوگی اور وہ لہریں اسے کنارے لگا دیں گی، اس کی ترکیب کارآمد ثابت ہوئی اور لہروں نے اُس کو اُسی کنارے پر پھینک دیا جہاں سے وہ چلا تھا، اندھیرا ہونے تک وہ چھُپا رہا، پھر گھنے جنگل میں بھاگ گیا،

گیلر کے اُس روز کے ظلم و جبر کے مظاہرے سے سوئٹزرلینڈ کے باشندے حکومت کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ اور آخر کار وہ دن بھی آ ہی گیا جب سوئٹزرلینڈ آزاد ہوگیا، اور آج بھی جب کبھی آزادی کے متوالے مل بیٹھتے ہیں تو ولیم ٹیل کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔

میں شیر ہوں

جنگل میں بہت سے جانور ایک جگہ بیٹھے جگالی کر رہے تھے کہ اچانک کہیں سے ایک شیر نمودار ہوا اور کہنے لگا میں شیر ہوں مجھ سے ڈرو، ایسے میں سب جانور بھاگ گئے لیکن ایک بوڑھا جنگلی بھینسا آگے بڑھا اور شیر کو ایک زوردار ٹکر مار کر ہوا میں اچھال دیا۔ شیر دھپ سے زمین پر گرا تو اُس کی کھال کے اندر سے ایک بھیڑیا نمودار ہوا اور کہنے لگا بھائی تم کو یہ کیسے پتہ چلا کہ میں شیر نہیں ہوں۔ بوڑھے بھینسے نے جواب دیا۔ اصل شیر یہ کبھی نہیں کہتا کہ میں شیر ہوں۔

اس تصویر کو غور سے دیکھئے۔ اس میں ایک انسان اور سات جانور جو آپس میں بہترین دوست ہیں ایک دوسرے سے فون پر بات کر رہے ہیں آپ بتائیے تو کون کس سے بات کر رہا ہے؟

۱ بکری ۲ چرواہا ۳ گھوڑا ۴ ہاتھی، ۵ بطخ ۶ گائے ، مرغ ۸ گدھا۔

Reshma 222®
دھلائی کیلئے جدید ترین صابن
ریشماں 222®
میل کاٹنے کیلئے لیموں کے رس
اور آپکے ہاتھوں کی نازک جلد کی
حفاظت کیلئے ناریل کے تیل کی
اضافی خصوصیت کے ساتھ
امین سوپ اینڈ آئیل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پوسٹ بکس: 4602، کراچی۔ فون: 237856-231343
MASS

نعیم بلوچ

ذھنی ورزش

اگر جنگ چھڑ جائے.....؟

ہم پاکستانی کسی سے جنگ نہیں چاہتے لیکن دشمن نے اگر ہماری شرافت کو بزدلی خیال کیا تو ہم اسے نہ بھولنے والا سبق سکھائیں گے جنگ کی صورت میں پاکستان کا بچہ بچہ دشمن کے لئے خدا کا قہر بن جائے گا. پاکستانی فوج سرحدوں پر دشمن سے نمٹ رہی ہو گی تو شہروں اور قصبوں میں قوم کے مرد اور عورتیں بچے اور بوڑھے اپنا کردار ادا کر رہے ہوں گے جنگ کے دنوں میں قوم کا یہ کردار بہت اہمیت رکھتا ہے. طیاروں کی گڑگڑاہٹ اور توپوں کی گھن گرج میں اگر قوم اپنے حوصلے بلند رکھے. مل جل کر نظم و ضبط کا مظاہرہ نہ کرے ہر صورت میں کٹ مرنے کا عزم نہ رکھے تو فوج اپنی تمام شجاعت اور اپنے تمام اسلحے سمیت بھی فتح حاصل نہیں کر سکتی آج ہم اسی صورت حال کے بارے میں آپ کا امتحان لے رہے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جنگ کے دوران آپ اپنا کردار کس طرح ادا کرتے ہیں. اگر آپ تیار ہیں تو بس تصور کر لیجئے کہ جنگ شروع ہو چکی ہے.

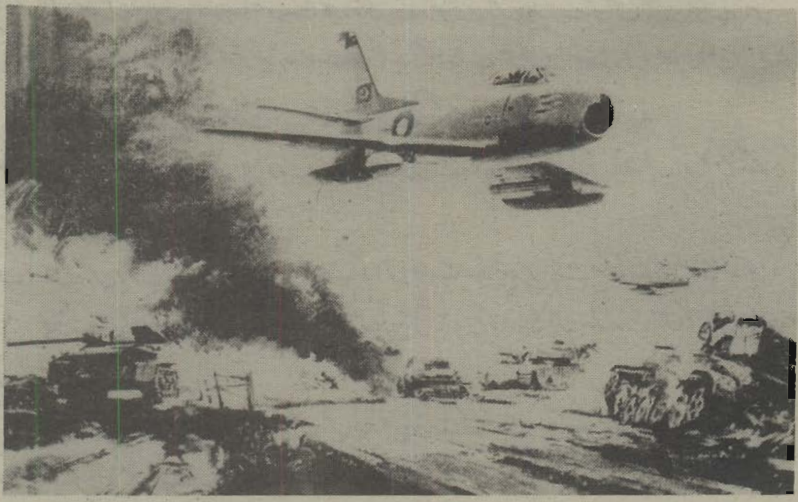

۱ :۔ آپ جس شہر یا قصبے میں رہتے ہیں وہ سرحد سے زیادہ دور نہیں یا یہ فرض کر لیجئے کہ آپ کا شہر دشمن کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے، وہ اس شہر پر ہر صورت میں حملہ کرے گا. اس خطرے کے پیش نظر آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ :۔

ا :۔ کسی محفوظ جگہ منتقل ہو جائیں جہاں دشمن کے حملہ کا خطرہ بہت کم ہے، اور آپ یہی مشورہ تمام لوگوں کو دیتے ہیں. یا ۔

ب :۔ آپ کے خیال میں چھوٹی عمر کے بچوں، عورتوں اور ضعیفوں کو کسی محفوظ جگہ پر چلے جانا چاہیئے اور مردوں کو ہر صورت میں شہر میں ہی رہنا چاہیئے. یا

ج :۔ آپ کہیں بھی جانے کا فیصلہ نہیں کرتے. ہر حال میں اپنے شہر میں تمام افراد کے ساتھ ہی مقیم رہتے ہیں.

۲ :۔ آپ کے شہر پر ہوائی حملہ ہوتا ہے. سائرن کی آواز گونجنے لگتی ہے اور تھوڑی ہی دیر بعد دشمن طیارے چنگھاڑتے ہوئے شہر کے آسمان پر آ دھمکتے ہیں اس صورت میں آپ :۔

ا :۔ گھر کی چھت پر چڑھ جاتے ہیں تاکہ آپ طیاروں کی لڑائی دیکھ سکیں. یا

ب :۔ آپ کو معلوم ہے کہ دوسرے محلے میں ایک مکان میں ہوائی حملے کے بچاؤ کے لئے خندق بنی ہے آپ وہاں پناہ لینے کے لئے دوڑتے ہیں. یا ۔

ج :۔ آپ گھر پر ہیں یا بازار میں، جب سائرن بجتا ہے تو نزدیک ترین جگہ پر چلے جاتے ہیں یا

۳ :۔ اس حملے میں ہماری بہادر فضائیہ کی کارروائی سے دشمن کے ایک طیارے کو آگ لگ جاتی ہے. اس کا پائلٹ اپنی موت کو سامنے دیکھ کر طیارے سے چھلانگ لگا دیتا ہے اس کا پیراشوٹ اسے محفوظ زمین پر لے آتا ہے. لیکن اتفاق سے دشمن کا یہ پائلٹ آپ کے گھر کی چھت پر گرتا ہے اس صورت میں آپ :۔

ا :۔ آپ کے پاس جو بھی ہتھیار ہیں وہ لے کر تمام گھر والوں کے ساتھ اس کو گرفتار کر لیتے ہیں اور فوج کے حوالے کر دیتے ہیں. یا

ب :۔ اس دشمن پائلٹ کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ اس خبیث نے شہر پر بہت بم گرائے ہیں، بڑی تباہی مچائی ہے. لہذا آپ دوسروں کے ساتھ مل کر اس کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں. مار مار کر اس کو جان سے ہی مار ڈالتے ہیں. یا

ج :۔ آپ اس پائلٹ کو اپنا مہمان سمجھتے ہیں اس کی خاطر مدارت کرتے ہیں اور اپنے طور پر اس سے جنگی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں.

۴ ۔ ایک بھکاری آپ کے گھر آکر بھیک مانگتا ہے۔ آپ نے اس بھکاری کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ بھکاری کی حرکتیں بھی کچھ عجیب سی ہیں آپ کو شک گزرتا ہے یہ کہیں دشمن کا جاسوس تو نہیں! اس صورت میں کیا آپ:

ا ۔ اپنے طور پر اس کا پیچھا کرتے ہیں اور اس کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا

ب ۔ شہری دفاع یا پولیس کی اس آدمی کے متعلق اطلاع دیتے ہیں۔ یا

ج ۔ اپنے کام میں مگن رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ یہ میرا کام نہیں، اور مجھے خواہ مخواہ کسی خطرے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

۵۔ جنگ کی وجہ سے آپ کے شہر یا قصبے میں کھانے پینے کی چیزوں کی قلت ہے۔ ان حالات میں آپ کیا

ا ۔ سبزیوں، پھلوں، گوشت، آٹا گھی وغیرہ کی اچھی خاصی مقدار خرید لیتے ہیں۔ تاکہ ضرورت کے وقت آپ کے کام آسکے۔ یا

ب ۔ آپ صرف دالیں، چنے اور کھانے کی خشک چیزیں ایک معقول مقدار میں خرید لیتے ہیں۔

ج ۔ کوئی چیز بھی نہیں خریدتے اور سوچتے ہیں کہ اللہ حافظ ہے۔

۶ ۔ جنگ کے دنوں میں ظاہر ہے اسکول کو بند ہی ہوں گے آپ کو کوئی کام نہیں ہے اس فراغت میں آپ کیا کرنا پسند کریں گے۔

ا ۔ آپ شہری دفاع کی تنظیم میں شمولیت اختیار کرلیں گے۔ یا

ب ۔ اپنے کورس کی کتابیں پڑھیں گے تاکہ اگلے امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کر سکیں۔ یا

ج ۔ جاسوسی اور مہم جوئی کی کتابیں پڑھیں گے تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ مصیبت کے وقت کیا کرنا چاہیے۔

د ۔ دوستوں کے ساتھ پکنک وغیرہ کا پروگرام رکھا کریں گے ان چھٹیوں کا بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے آپ کا خیال ہے کہ ایسے موقع بار بار نہیں ملتے۔

اسکور بورڈ

آپ نے جو فیصلے کئے ہیں ان کے نمبر "نتائج" کے حصے میں دیکھیئے اگر آپ نے ۲۵ تا ۳۰ نمبر حاصل کر لئے ہیں تو ہم آپ کو مبارک باد دیتے ہیں۔ یقیناً آپ ایک ذمہ دار اور ذہین شہری ہیں۔

۲۴ تا ۲۰ نمبر حاصل کرنے والوں کو اپنے دل مضبوط رکھنے چاہئیں اور خطرے کے وقت "رسک" لینے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیئے۔ بہادری ہی تو مسلمان کی پہچان ہے!

۱۹ تا ۵ نمبر حاصل کرنے والوں میں یقیناً آپ شامل نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ایسے لوگ اپنے ملک میں ایسی افراتفری پیدا کر دیتے ہیں جس سے لوگوں کے حوصلے ختم ہو جاتے ہیں اور لوگ بزدل ہو جاتے ہیں ان لوگوں میں کچھ جذباتی لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہر غلط اور ناموزوں اقدام کو بہادری سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کو عقل سے کام لینا چاہیئے۔ ورنہ ان کی بہادری، ایسے حالات میں قوم کے لئے بہت مہنگی ثابت ہوتی ہے۔

نتائج

(۱) ا: ۰، ب: ۵، ج: ۲؛ (۲) ا: ۰، ب: ۰، ج: ۵
(۳) ا: ۵، ب: ۰، ج: ۰؛ (۴) ا: ۲، ب: ۵، ج: ۰؛ (۵) ا: ۰
ب: ۵ - ج: ۳ - (۶) ا: ۵، ب: ۳، ج: ۱، د: ۰

اسے کہتے ہیں، پیدائشی ذہین

تاریخی کہانی

سیّد کاشان جعفری

غُلامی سے سُلطانی تک

صدیوں قبل پرانی بات ہے اُس نے ابھی پوری طرح ہوش بھی نہ سنبھالا تھا جب اُسے پہلی بار نیشاپور کے بازار غلامان میں ایک قاضی کے ہاتھوں فروخت کر دیا گیا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب خورد و نوش کی اشیاء کی طرح انسانی غلاموں کا بیوپار بھی ہوا کرتا تھا۔ اور لوگ ان منڈیوں سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق غلام اور کنیزیں خرید لیا کرتے تھے۔ یہ غلام اور کنیزیں محض سودا سلف لانے، ہاتھ پیر دبانے یا جھاڑو برتن کرنے کی خدمات ہی نہیں ذہانت اور بہادری کے کام بھی انجام دیا کرتے تھے۔

غلاموں کے سوداگر چھوٹے چھوٹے بچوں کو خرید کر انہیں زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتے، نیزہ بازی شمشیر بازی، شہسواری اور علوم سپہ گری میں بہترین مشق بہم پہنچاتے عربی، فارسی، ہندی زبانوں کی تعلیم دیتے اس طرح جو غلام جس قدر علوم و فنون میں طاق ہوتا اُسی لحاظ سے تاجر اس کی قیمت وصول کرتے۔

تقریباً ۸ صدی قبل ایران، مصر، ترکی اور ایشیا کے کئی دوسرے ممالک میں اکثر غلام بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ حکمران وقت اُن پر اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ اعتبار و اعتماد کرتے تھے۔ کیونکہ عموماً بیٹے بیٹے خود تاج و تخت حاصل کرنے کے لالچ میں سازشوں کے جال بننے میں مصروف رہتے۔ جبکہ غلام ایسی کوئی بھی سازش کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

قاضی نیشاپور اپنے غلاموں کے ساتھ بہت ہی اچھا اور مشفقانہ سلوک روا رکھتا تھا۔ اُس نے خریدے ہوئے غلام بچے کو اپنے بیٹوں کے ساتھ پڑھایا لکھایا۔ شہسواری اور فن سپہ گری کے علوم کی تعلیم دلوائی۔ قاضی کی وفات کے بعد اُس کے بیٹوں نے اُس تعلیم یافتہ، شہسوار اور فنون حرب سے آراستہ نوجوان غلام کو پھر منڈی میں لے جاکر فروخت کر دیا۔ اس بار خریدار ایک تاجر تھا۔ مگر ابھی اس غلام کے بکنے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ تاجر نے اُسے غور کے حاکم سلطان شہاب الدین محمد غوری کے ہاتھوں اور اچھی قیمت پر فروخت کر دیا

سلطان شہاب الدین غوری کے پاس ہزاروں غلام تھے اُن میں سے جو بہادر اور فنون حرب و شہسواری سے مالا مال تھے انہیں اپنی فوج پر اعلیٰ عہدوں پر فائز کر رکھا تھا۔ نیشاپور کا یہ نیا غلام بھی چونکہ انہی صفات سے تھا۔ وہ بہادر تو تھا مگر حریص اور لالچی بالکل نہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان نے ایک پر تکلف ضیافت کے بعد اپنے سب ہی غلاموں میں تحائف تقسیم کئے۔ نیشاپوری غلام نے اپنے تحائف درباری ملازمین میں اُسی وقت نہایت فراخدلی سے تقسیم کر دیئے۔ جبکہ دوسرے غلاموں نے اپنے تحائف اپنے پاس ہی رکھے۔ شہاب الدین محمد غوری نے نیشاپوری غلام کی اس ملازم نوازی پر اُسے افواج کے گھوڑوں کا انچارج بنا دیا۔

نیشاپوری غلام بہت جلد ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا۔ محمد غوری کی افواج کا سپہ سالار منتخب ہو گیا۔ پھر جب اُسے ہندوستان کی طرف اپنے آقا سلطان شہاب الدین محمد غوری کے ساتھ آنا پڑا تو سلطان پر اس کی انتظامی صلاحیتوں کا اظہار بھی ہوا، پشاور، لاہور کو فتح کرنے کے بعد محمد غوری دہلی کی طرف بڑھا۔ ان دنوں دہلی اور اجمیر کا حکمران پرتھوی راج چوہان تھا۔ وہ جنوبی ہندوستان کا ایک بہادر اور قابل حکمران تھا۔ پرتھوی راج چوہان نے پہلی جنگ میں محمد غوری کو بری طرح شکست سے دوچار کیا۔ اور غوری نے میدان جنگ سے فرار ہو کر اپنی جان بچائی۔

غوری کو شکست دینے کے بعد پرتھوی راج مطمئن ہوکر اپنے قرب وجوار کی ریاستوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی جنگوں میں الجھ گیا۔ یوں ایک سال پلک جھپکتے چپکے سے دبے پاؤں رخصت ہوگیا۔ ادھر محمد غوری نے اس ایک سال کے وقفے سے فائدہ اٹھایا۔ وہ شکست کے بعد ایک پل کے لئے بھی چین سے نہیں بیٹھا تھا۔ بلکہ اس شکست نے اُس عزم وحوصلے کو اور بھی جواں کردیا تھا۔ اپنی تمام تر تیاریوں کے ساتھ اُس نے پرتھوی راج چوہان کے ناراض سسر قنوج کے راجہ جے چند کی دعوت پر دہلی کا پھر رخ کیا اس جنگ میں شہاب الدین محمد غوری فتح ونصرت سے ہمکنار ہوا پرتھوی راج شکست کھاکر مارا گیا۔ اس جنگ میں نیشاپوری غلام نے خوب خوب بہادری وشجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس کی بہادر، شجاعت اور انتظامی امور میں مہارت کو دیکھتے ہوئے محمد غوری نے فتحیاب علاقوں کا نظام چلانے کے لئے نیشاپوری غلام کو وہیں چھوڑا اور خود افغانستان واپس لوٹ آیا۔

پرتھوی راج کی شکست اور موت کے بعد محمد غوری نے اُس کے بیٹے گووند راج کو اجمیر کے تخت پر بٹھادیا پرتھوی راج کے بھائی ہری راج کو اپنے بھتیجے کا ایک مسلمان فاتح کا باجگذار بن کر حکومت کرنا بہت معیوب اور شرمناک لگا۔ اُس نے اپنے بھتیجے پر فوج کشی کرکے اسے شکست دی اور خود اجمیر کا حکمران بن بیٹھا۔ نیشاپوری غلام نے اپنے آقا محمد غوری کے مفاد کو بچانے کے لئے ہری راج پر حملہ کیا، پہلے حملے میں تو اُسے ناکامی ہوئی مگر دوسرے حملے کی شدّت سے گھبراکر ہری راج نے خودکشی کرلی اور یوں اجمیر پھر غوری کے پرچم تلے آگیا۔ اب نیشاپور کے بہادر، وفادار غلام نے گجرات، مہوبہ اور کالنجر کی ریاستوں کو فتح کرکے شہاب الدین محمد غوری کی حدود سلطنت کو وسیع سے وسیع تر کردیا۔

محمد غوری اولاد نرینہ سے محروم تھا۔ اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد اُس نے افغانستان اور قرب وجوار کے علاقوں کو اپنے بھتیجے اور دامادوں میں تقسیم کردیا۔ یہ دریافت کرنے پر کہ تمہاری وفات کے بعد ہندوستان کے منقوحہ علاقوں میں کون حکمرانی کرے گا کے جواب میں اُس نے کہا میرے وہ غلام جن کو میں بیٹوں کی طرح چاہتا ہوں۔ جو غلام ہونے کے باوجود مجھے اپنی اولاد کی طرح پیارے ہیں۔

سلطان محمد غوری کی وفات کے بعد اس کے تین غلام اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ پہلا وہی نیشاپوری غلام جو تیسری بار فروخت ہوکر غوری کے پاس پہنچا تھا۔ دوسرا یال دوج، اور تیسرے کا نام تھا قباچہ، قباچہ بھی ایک بہترین سپہ سالار ومنتظم تھا۔ اُسے سندھ کے علاقے میں حکمرانی سونپی گئی، جبکہ یال دوج کو غور اور نیشاپوری غلام کو تخت دہلی کا تاج سونپا گیا۔ مگر یہ تینوں آپس میں مل جل کر اتفاق واتحاد سے نہ رہ سکے۔ اور ایک دوسرے

کے دشمن بن گئے۔ نیشاپوری غلام نے ان دونوں کو اپنی صلاحیتوں اور بہادری سے دہلی کے تخت پر قابض نہیں ہونے دیا۔ پھر اُس کے نئے مالک سلطان محمود غوری نے اُسے غلامی سے آزاد کر کے سلطان کے لقب سے سرفراز کردیا۔ اور اُس کے لئے چھتر شاہی اور لباس فاخرہ بھجوایا۔

اب کیا تھا۔ وہ بچہ جو غلام کی صورت میں تین بار فروخت ہوا اللہ نے اُسے دنیا کے سامنے ایک با اختیار سلطان کی شکل میں کھڑا کردیا تھا۔ اُس نے دہلی کو اپنا دارالحکومت بنایا اور چار سال تک سلطان بن کر حکومت نہایت عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ۱۲۱۰ء میں گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔

ساتھیو۔ جانتے ہو یہ غلام کون تھا۔ اس کا اصلی نام کیا تھا۔ نہیں۔ تو سنو... اس غلام سلطان کا نام تھا قطب الدین ایبک کو آج قطب الدین ایبک ہم میں موجود نہیں۔ مگر تاریخ کے صفحات میں اس کے کارنامے، اس کی اعلیٰ ہمتی اور اس کی تعمیر کرائی گئی تین تاریخی عمارتیں ڈھائی دن کا جھونپڑا نامی اجمیر کی مسجد دہلی کی قطب الاسلام مسجد اور قطب مینار ہمیں اس کی یاد آج بھی دلاتے ہیں۔

سچ ہے منزل اُن کو ملتی ہے جو ہمت، ثابت قدمی اور جہد مسلسل کو اپنا راہنما بناتے ہیں۔

باپ سے دس سال بڑا بیٹا

اگر کوئی جہاز روشنی کی رفتار کے ساتھ سفر کرے اور وہ مسافر جس کو خلائی جہاز کی گھڑی کے مطابق سفر میں صرف ایک ماہ کا عرصہ لگا ہو زمین پر واپس آکر دیکھے گا کہ اس کے شیر خوار بیٹے کی عمر خود باپ کی عمر سے دس سال زیادہ ہے۔

تو پھر دیر نہ کرو

ایک جرنیل تھے مارشل لیاٹے انھوں نے ایک مرتبہ اپنے مالی سے کوئی پودا لگانے کو کہا۔ باغبان نے جواب دیا کہ یہ پودا تو بہت آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور سو سال تک بھی بڑا نہیں ہوگا۔ لیاٹے نے جواب دیا کہ ایسی صورت میں وقت اور بھی ضائع نہیں کرنا چاہئیے پودا آج سہ پہر کو لگادو۔

Montgomery
tea time
Montgomery
Montgomery
Montgomery
The Height of Delight!

ہے نا حیرت کی بات

وجیہہ احمد صدیقی

لاھور میں پچھلے مہینے مارچ میں ہونے والے میلہ مویشیاں میں ایک پاکستانی نوجوان سلطان محمد خان گولڈن نے بائیس کاروں پر سے موٹر سائیکل کے ذریعے چھلانگ لگانے کا جو مظاہرہ کیا ہے وہ ایک عالمی ریکارڈ ہے ان کی چھلانگ کی طوالت ۲۱۲ر فٹ تھی یہ فاصلہ ۳۰ر گاڑیوں کے برابر ہے۔ موٹر سائیکل کے بعد وہ کار کے ذریعے چھلانگ لگانا چاہتے تھے لیکن ڈاکٹروں نے پیٹ کی تکلیف کی وجہ سے منع کر دیا اس سے پہلے وہ بیس کاروں پر سے کار گزارنے کا مظاہرہ کرنے میں ناکام ہو گئے تھے لیکن انہوں نے ہمت پھر بھی نہاری۔ سلطان محمد خان گولڈن نے اس وقت موٹر سائیکل کے ذریعے چھلانگ لگانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے اس سے پہلے امریکہ کے ایک ۲۳ر سالہ نوجوان روبی کینول جو موٹر سائیکل کے ذریعے چھلانگ لگانے والے مشہور عالمی موٹر سائیکلسٹ ایول کینول کا بیٹا ہے اس نے صرف ۱۳ر بسوں پر سے ۱۲۰ر فٹ کی چھلانگ ماری اور اپنے والد کا قائم کردہ ریکارڈ توڑ دیا جب کہ اس کے والد صاحب ۱۳ر بسوں پر سے چھلانگ لگانے کے بعد اپنی ہڈیاں تڑوا بیٹھے تھے ان کے صاحبزادے یہ کارنامہ دکھایا کہ انہوں موٹر سائیکل کے ہینڈل بھی درمیانی راستے میں چھوڑ دیے

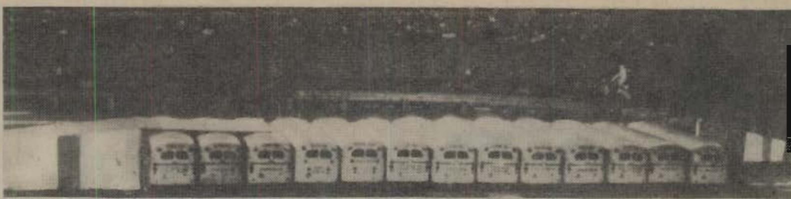

لیکن صرف نوجوان لوگ ہی نہیں بلکہ بعض بچے بھی یہ خطرناک اور حیرت انگیز یہ کھیل دکھاتے ہیں ان میں ۶ سالہ جیس رابنسن بھی شامل ہیں جب یہ موٹر سائیکل کے ذریعے چھلانگ لگاتے ہیں تو سارے تماشائی تالیاں بجاکران کو داد دیتے ہیں ان کا وزن صرف ۴۴ پونڈ ہے قد ساڑھے تین فٹ ہے اور یہ ۲۵ فٹ لمبی اور چھ فٹ اونچی چھلانگ لگاتے ہیں۔ ان کا نام تو جیس جونیئر ہے لیکن لوگ انہیں زیڈیو کہہ کر بلاتے ہیں انہیں ایک چھلانگ کے ۱۲۵ ڈالر ملتے ہیں انہوں نے اپنی عمر سے دگنے لڑکوں کو گویا ایک طرح سے شکست دے دی ہے اب تک انہیں چھلانگ لگانے پر ۸ ٹرافیاں انعام میں مل چکی ہیں۔ ان کے ابو کو ان کے کارناموں پر بڑا فخر ہے وہ کہتے ہیں کہ موٹر سائیکل پر چھلانگ لگاتے وقت وہ ذرا بھی نہیں گھبراتا۔ جب یہ ۹ مہینے کا تھا تب سے موٹر سائیکل کی سواری کر رہا ہے ڈھائی سال کی عمر میں ان کو ننھی موٹر سائیکل مل گئی اور ان کے ابو ان کو موٹر سائیکل چلانے کی تربیت دیتے رہے جب یہ تین سال کے ہوئے تو ان کی ٹریننگ ختم ہو گئی ساڑھے تین سال کی عمر میں انہوں نے پہلی موٹر سائیکل ریس میں حصہ لیا اور اپنے سے بڑے دو لڑکوں کو ہرایا۔ ۴ سال کی عمر میں انہوں نے چھلانگ لگانے کا پہلا مظاہرہ کیا یہ چھلانگ چھ بیرل کی تھی جو انہوں نے نہایت آسانی سے لگائی اب یہ پچیس فٹ کی چھلانگ بہ آسانی لگا لیتے ہیں ان کی یہ چھلانگ دس بیرل کی ہے زیڈیو کے پاس چھ موٹر سائیکلیں ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کروں زیڈیو کے ابو بھی ایک مشہور موٹر سائیکلسٹ ہیں۔

چاند اور سورج برابر کیوں لگتے ہیں

آپ نے شاید ہی کبھی سوچا ہو کہ چاند، سورج سے کہیں چھوٹا ہونے کے باوجود اُس کے برابر کیوں نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چاند کے مقابلے میں سورج چار سو گنا بڑا اور زمین سے اس کا فاصلہ بھی چار سو گنا زیادہ ہے۔ اس لئے دیکھنے میں دونوں برابر جسامت کے لگتے ہیں۔

The trusted SUZUKI

SUZUKI

— a name to be relied upon.

The name Suzuki has come to be recognized all over Pakistan and is the first choice of Pakistani people. It's because when you buy a Suzuki vehicle you are in comfort and style — economically !

Suzuki Car SS80 FX
The 800cc car. Incredibly economical, price-wise and fuel-wise.

Suzuki Van ST308
Versatile and roomy. Meets family and office needs, economically.

Suzuki Pickup ST308R
The load bearer of Suzuki family. Tough and capable.

Suzuki SJ410 4-wheel drive
Most economical 4-wheel drive. Rugged yet comfortable.

Suzuki Swift 1000cc Car
High technology with fuel economy.
A car with more space and leg-room.

NOW WITH OVER 2LAC SUZUKI VEHICLES ON THE ROADS.

For further information please contact:

PAK SUZUKI MOTOR CO. LTD.
A PACO COMPANY
West Wharf Road, Karachi. Tel. 202726-29

PID ISLAMABAD

مشاغل کی کہانی

عقیل عبّاس جعفری

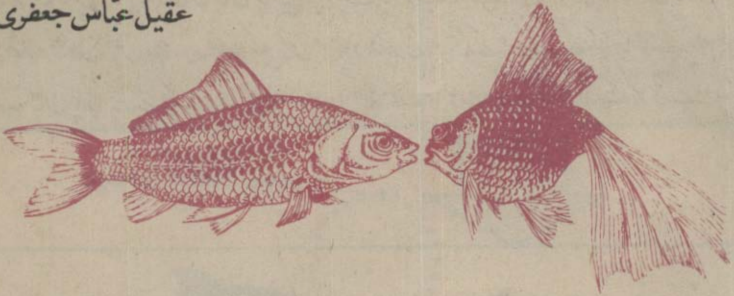

مچھلیاں پالنا

ایکویریم کی ترتیب

ایکویریم کی ترتیب سے پہلے یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس جگہ ایکویریم کو رکھا جائے گا۔ کیا وہ وہاں مناسب اور موزوں لگے گا؟ کیا اس سے کمرے کی آرائش میں اضافہ ہوگا یا وہ کمرے کو بدنما بنادے گا اور سب سے بڑی بات یہ کہ کیا وہاں سورج کی روشنی کا گزر ہے؟ —— ان اہم باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایکویریم کی حسب ذیل طریقے سے ترتیب دی جائے گی۔

صفائی :۔ سب سے پہلے ایکویریم کو کھانے کے نمک ملے ہوئے نیم گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ ایکویریم کو دھونے کے لئے صابن یا پوڈر سے گریز کریں۔

سطح کی ہمواری :۔ ایکویریم کو نصب کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ جس مقام پر رکھا جا رہا ہے۔ وہاں زمین کی سطح ہموار ہے یا نہیں۔ کیونکہ زمین کی ذرا سی ناہمواری سے پانی کی سطح اوپر نیچے ہو جاتی ہے اور اس سے پانی کے   ہونے یا ایکویریم کے شیشے کے ٹوٹنے کا بھی امکان ہوتا ہے۔

مقام :۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا۔ ایکویریم کو ایسی جگہ نصب کریں جہاں دن میں تقریباً ایک گھنٹے سورج کی روشنی براہ راست پڑتی ہو۔ ایسی کھڑکی جو شمال، مشرق یا مغرب کی سمت کھلتی ہو، کے دو تین فٹ کے فاصلے پر ایکویریم کی تنصیب نہایت موزوں تصوّر کی جاتی ہے۔

روشنی :۔ اگر گھر میں کسی بھی مقام پر سورج کی براہ راست روشنی کا گزر نہ ہو۔ تو ایسی

صورت میں بجلی کا بلب یا ٹیوب لائٹ استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ بلب یا ٹیوب لائٹ پانی کی سطح سے تقریباً ۶ انچ اوپر نصب کی جانی چاہیئے۔ یہ بلب یا ٹیوب لائٹ کتنے واٹ کی ہو۔ اس کے لئے کوئی طے شدہ اُصول نہیں ہے۔ یہ فیصلہ کمرہ میں موجود قدرتی روشنی کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ایک گیلن پانی کے لئے ایک دن میں ۸ سے ۱۰ گھنٹے تک ۱۰ واٹ روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔

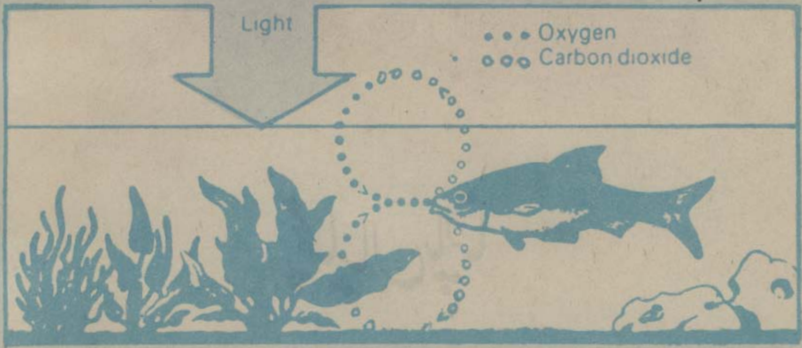

ریت :۔ ایکویریم کی نچلی سطح پر صاف ستھری اور دُھلی ہوئی ریت کی تہہ جمائی جاتی ہے۔ اس ریت کو اس طرح جمانا چاہیئے کہ اس میں پودے اپنی جڑیں گاڑ سکیں۔ بعض لوگ ریت پر سنگِ مرمر کے ٹکڑے بھی بچھا لیتے ہیں ایسا کرنا مچھلیوں کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے کیوں کہ ان کی خوراک ان کے درمیان چلی جاتی ہے اور مچھلیاں اپنی خوراک تک نہیں پہنچ پاتیں۔

ایکویریم کی پچھلی سمت، ریت کی سطح ۲ انچ سے ۳ انچ تک رکھی جانی چاہیئے جو سامنے کی سمت آتے آتے بتدریج ایک انچ تک ہو جانی چاہیئے اس کے کئی فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ریت پر جمنے والی ہر طرح کی گرد صاف نظر آجاتی ہے۔ اس کی وجہ سے پانی تبدیل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہ مچھلیاں سامنے کی سمت آجاتی ہیں۔ جہاں سے انہیں دیکھنا نسبتاً زیادہ آسان ہوتا ہے

چٹانیں اور پتھر :۔ ایکویریم کے سجانے کے لئے اکثر چٹانوں کے ٹکڑے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ ٹکڑے ریت کی سطح جمانے کے بعد ریت پر رکھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خوبصورت AQUARIUM TOYS اور پلاسٹک کے پودے وغیرہ بھی نصب کئے جاتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کا انتخاب آپ اپنی پسند اور اپنے ایکویریم ڈیلر کی ہدایات کے مطابق کر سکتے ہیں۔ ان چیزوں کو سجاتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ ان چیزوں کو ایکویریم کے پچھلے حصّے میں رکھا جائے۔ تاکہ وہ مچھلیوں کو دیکھنے والوں کو ایک خوبصورت پس منظر مہیّا کر سکیں۔

پانی بھرنا:۔ اب اس ایکویریم میں پانی بھرنے کا مرحلہ آتا ہے، اگر پانی کو براہِ راست ڈالنا شروع کر دیا جائے تو ایکویریم میں ایک طوفان سا مچ جاتا ہے اور ایکویریم کی ساری ترتیب خراب ہوجاتی ہے۔ لہٰذا پانی بھرنے کے لئے ایک خاص طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جو بہت آسان ہے۔

ریت کی سطح پر ایک کاغذ کا ٹکڑا رکھ کر اس پر شیشے کا ایک گلاس یا پیالا رکھ دیا جاتا ہے۔ اس گلاس یا پیالا میں ایک پائپ کے ذریعے آہستہ آہستہ پانی ڈالا جاتا ہے۔ جب وہ گلاس یا پیالہ بھر جاتا ہے تو پانی خودبخود اس سے نیچے گرنے لگتا ہے اور ایکویریم میں پانی کی سطح آہستہ آہستہ بلند ہونے لگتی ہے جب ایکویریم کے تقریباً آدھے حصے میں پانی بھر جاتا ہے تو گلاس یا پیالے کے نیچے رکھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑے کو آہستہ سے نکال لیا جاتا ہے۔ اس مرحلے کے بعد ایکویریم میں آبی پودے لگائے جاتے ہیں۔ آبی پودے لگاتے جانے کے بعد ایکویریم میں اسی پُرانے طریقے سے مزید پانی بھر دیا جاتا ہے اور گلاس یا پیالے کو باہر نکال لیا جاتا ہے۔

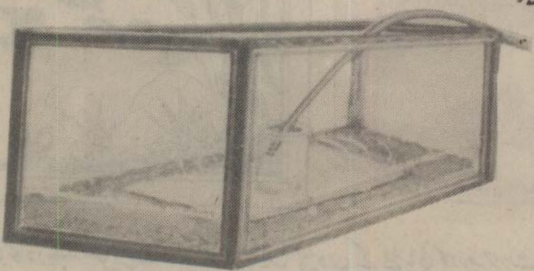

پانی:۔ ایکویریم میں عام طور پر نلوں سے آنے والا عام پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی پانی میں تھوڑا سا اینٹی کلورین کمپاؤنڈ ملا لیا جاتا ہے۔ ایکویریم میں پانی اُبال کر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مگر پہلے اُسے ٹھنڈا کرلینا ضروری ہے۔ اُبلے ہوئے پانی میں تین چمچے سوڈیم کلورائیڈ (نمک) اور ایک چمچہ پوٹاشیم سلفیٹ اور میگنیشم سلفیٹ استعمال کرلینا بہتر ہوتا ہے۔ یہ پیمانے ہم نے دس گیلن پانی کے لئے تحریر کئے ہیں، خیال رہے کہ ایک ۲۴ فٹ لمبے، ۱۲ فٹ چوڑے اور ۱۲ فٹ گہرے ایکویریم میں تقریباً ۱۵ گیلن پانی آتا ہے۔

اب ایکویریم مچھلیوں کے استعمال کے لئے بالکل تیار ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ اس ایکویریم میں کم سے کم تین دن کے بعد مچھلیوں کو ڈالا جائے۔ تاکہ ایکویریم میں موجود تمام چیزیں مثلاً پودے وغیرہ اپنی اپنی جگہ بنالیں۔

مچھلیوں کا انتخاب:۔ شہر کے کسی بھی اچھے ایکویریم ڈیلر سے اچھی مچھلیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مختلف ڈیلرز کے یہاں مچھلیوں کی قیمتوں میں فرق بھی ہو سکتا ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے کہ آپ ان مچھلیوں کی کیا قیمت ادا کرنا پسند کرتے ہیں۔

مچھلیوں کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے مچھلیاں متحرک ہوں۔ صاف اور شفاف آنکھوں والی ہوں، خوبصورتی سے تیرتی ہوں اور ان کا جسم صاف ستھرا ہو۔ دھبوں والی مچھلیاں بیمار ہوسکتی ہیں۔ اس لئے انہیں خریدنے سے گریز کرنا چاہئیے۔

پانی کا درجۂ حرارت:۔ ایکویریم میں مچھلیوں کے لئے پانی کا درجہ حرارت ۶۸ ف سے ۸۵ ف تک رکھا جاسکتا ہے۔ مگر زیادہ تر مچھلیاں ۷۶ ف سے ۸۶ ف تک کا درجہ حرارت زیادہ پسند کرتی ہیں۔ پانی کو مطلوبہ درجہ حرارت پر برقرار رکھنے کے لئے ہیٹر اور تھرموسٹیٹ اور ایک سکشن تھرموہیٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کی مدد سے درجۂ حرارت کو کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اسے چیک بھی کیا جا سکتا ہے۔

ایکویریم میں مچھلیوں کا داخلہ:۔ یہ مرحلہ بھی بڑا نازک ہوتا ہے۔ کیونکہ مچھلیاں درجہ حرارت کی تبدیلی کے سلسلہ میں بڑی حسّاس ہوتی ہیں۔ اور ان کے جسم کا درجۂ حرارت پانی کے درجۂ حرارت کے حساب سے گھٹتا رہتا ہے۔ درجہ حرارت میں اچانک بہت زیادہ فرق پڑنے سے نہ صرف وہ بیمار ہوسکتی ہیں بلکہ مر بھی سکتی ہیں۔ چنانچہ ایکویریم میں مچھلیوں کو ڈالنے سے پہلے یہ اطمینان کرلینا چاہئیے کہ جس برتن میں مچھلیاں پہلے سے موجود ہوں۔ اس کا درجۂ حرارت ایکویریم کے درجۂ حرارت کے برابر ہو چکا ہو۔ اس کے لئے بھی ایک آسان سا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

وہ یہ کر مچھلیوں کو ایک پولی تھین بیگ میں کچھ پانی کے ساتھ بند کر دیا جاتا ہے۔ اب اس پولی تھین بیگ کو ———— ایکویریم میں ڈالتے ہیں۔ تقریباً ۲۵۔۳۰ منٹ بعد پولی تھین بیگ میں موجود پانی کا درجۂ حرارت ایکویریم کے درجۂ حرارت کے برابر ہو جاتا ہے اب اس بیگ کا مُنہ کھول کر اس میں آہستہ آہستہ ایکویریم کا پانی داخل کیا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس میں تمام تر پانی ایکویریم کا بھر جاتا ہے۔ اب مچھلیوں کو ایکویریم میں جانے کی اجازت دے دی جاتی ہے اور یوں وہ ایکویریم کے درجۂ حرارت کو قبول کر لیتی ہیں۔

مچھلیوں کی خوراک :۔ مچھلیوں کی خوراک کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ زندہ خوراک خشک خوراک، اور پھول پتیاں۔ زندہ خوراک میں مچھروں کے لاروے اور کیچوے وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ خشک خوراک ایکویریم ڈیلر کے یہاں دستیاب ہوتی ہے۔ مچھلیاں عام طور پر ان میں سے ہر طرح کی خوراک پر گزارا کر لیتی ہیں۔ مگر بہتر یہی ہے کہ انہیں ہر قسم کی خوراک دی جائے۔

ایکویریم کی دیکھ بھال :۔ اب ایکویریم مکمل طور پر تیار ہو چکا ہے اور ہر چیز ٹھیک ٹھاک طریقے سے چل رہی ہے۔ مچھلیاں صحت مند ہیں، چاق و چوبند ہیں اور ہر طرح سے مطمئن ہیں۔ تمام آبی پودے بھی بالکل ٹھیک ہیں۔ ان کی پتیاں ہری ہیں۔ ان میں نئی پتیاں بھی نکل رہی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آپ واقعی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ اپنا ایکویریم بالکل کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ مگر کیا یہ ضروری ہے کہ ایسا سب کچھ مستقل طور پر ہوتا رہے۔ نہ کبھی پانی میلا ہو۔ نہ کبھی کوئی مچھلی فوت ہو۔ نہ کسی پودے کی پتیاں مُرجھائیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو۔ تو اس کے لئے آپ کو کچھ کام مستقل کرنے ہوں گے۔ ان میں کچھ کام روزانہ کرنے کے ہیں۔ کچھ ایک ہفتے بعد کرنے کے ہیں اور کچھ ایک ایک ماہ بعد

روزانہ کے کام :۔ تمام مچھلیوں اور پودوں کو احتیاط سے دیکھئے۔ اگر کوئی مچھلی مر گئی ہو یا کوئی پودا مُرجھا یا گیا ہو تو اسے فوری طور پر باہر نکال دیجئے۔ کیونکہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو وہ دوسری مچھلیوں کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر پودوں میں کوئی ایسا مادہ خارج ہو رہا ہو جو مچھلیوں کے لئے نقصان دہ ہو تو اسے بھی روزانہ صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ چاہیں تو آپ ایسے پودے باہر بھی نکال سکتے ہیں۔

روزانہ، دن میں ایک مرتبہ مچھلیوں کو خوراک دینا ضروری ہے۔ خوراک کی مقدار آپ مچھلیوں کی تعداد کے لحاظ سے اپنے ایکویریم ڈیلر کی ہدایت کے مطابق طے کر سکتے ہیں۔

ہفتہ وار کام :۔ ایکویریم کے شیشہ کو فوم کے ٹکڑے یا بلیڈ کی مدد سے اندر سے صاف کریں۔ بلیڈ کی مدد سے ہی پودوں کی مُردہ پتیوں کو صاف کردیں۔ پانی کی سطح جو بخارات بننے کے باعث کم ہو جاتی ہے اسے ٹھیک کردیں۔

ماھانہ کام :۔ ہر ماہ ایکویریم کے پانی کی تبدیلی ضروری ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ پانی مکمل طور پر تبدیل نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اس طرح مچھلیوں کا ماحول بالکل تبدیل ہوجاتا ہے۔ جس کا مچھلیوں پر خراب اثر پڑتا ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایکویریم کے پانی کا کوئی ایک چوتھائی حصّہ پانی اُبال لیا جائے اور اسے ۴۸ گھنٹے تک ایکویریم کے درجہ حرارت پر رکھا جائے پھر اُتنا ہی پانی ایکویریم سے نکال کر اس میں یہ پانی ملادیا جائے۔

پانی تبدیل کرنے کے لئے سائفن کا طریقہ استعمال کرنا چاہیئے۔ اس طریقہ میں ربر کی ایک نلکی یا پائپ کا ٹکڑا استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا ایک سرا ایکویریم میں ریت کی سطح پر رکھا جاتا ہے اور دوسرا سرا ایکویریم سے باہر پانی کی سطح سے نیچے کسی برتن میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اب پانی کو نلکی یا پائپ کے ذریعہ مُنہ سے کھینچا جائے اور جیسے ہی محسوس ہو کہ پانی نلکی یا پائپ میں آنا شروع ہوگیا ہے۔ اس کو نیچے رکھے ہوئے برتن میں ڈال دیا جائے۔ اس طرح پانی کی مطلوبہ مقدار ایکویریم سے نکالی جاسکتی ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس عمل کرکے واپس ڈالی جاسکتی ہے۔

اگر آپ ان ہدایات پر پابندی سے عمل کرتے رہیں گے تو نہ صرف یہ کہ آپ کی مچھلیاں ہمیشہ صحت مند رہیں گی بلکہ آپ کا ایکویریم بھی ہمیشہ صاف ستھرا اور خوبصورت نظر آتا رہے گا۔

بچّوں کو چاہیئے کہ اگر انہیں اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی دقّت درپیش ہو تو اپنے والدین یا کسی بڑے بھائی بہن کی مدد حاصل کرلیں۔ کیونکہ ایکویریم بنانے اور اس کی دیکھ بھال کا کام بچّے اکیلے انجام نہیں دے سکتے۔ والدین کو بھی چاہیئے کہ اگر ان کا بچّہ ایکویریم بنانے میں دلچسپی رکھتا ہے۔ تو اس کی اچھّی طرح رہنمائی کریں۔ اور انہیں جو مشکلات درپیش ہوں انہیں دُور کرنے میں اِن کی مدد کریں۔

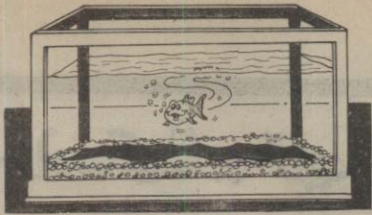

۱ آپ کو مچھلی پالنے کا بہت شوق ہے. لیکن مچھلی کے لئے آپ کو ایسا ماہی خانہ تیار کرنا ہوگا جس میں وہ ہنسی خوشی رہ سکے اور گھوم پھر سکے۔ بلکہ اس کے لئے ایک بڑا سا ایکویریم تیار کیجئے

ہم آپ کو ماہی خانے کی غلط اور صحیح باتوں کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اپنی مچھلی کو چھوٹے سے مرتبان میں نہ ڈالیے۔

ماہی خانے کو روشن دار مگر ٹھنڈی جگہ پر رکھیے

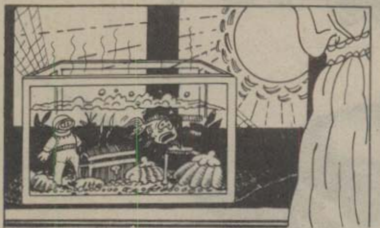

سورج کے سامنے رکھنے سے اور ماہی خانے میں بہت ساری چیزیں ڈالنے سے گریز کیجئے۔

بیمار اور اداس مچھلی مت خریدیئے

صحت مند اور شوخ اور پھرتیلی مچھلیاں اپنے ایکویریم میں ڈالیے۔

مچھلی کے لئے اچھی خوراک کا بندوبست کیجیے اور پانی کو صاف رکھنے کے لئے اس میں ایک زندہ گھونگا بھی ڈالیے۔

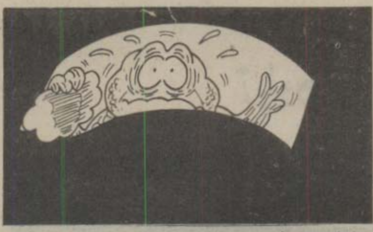

پانی کو صاف رکھیے ورنہ آپ کی مچھلی بہت بے چین اور پریشان رہیگی۔

ٹرانزسٹر، ٹارچ اور کھلونوں کیلئے بہترین

الہ دین بیٹری سیل

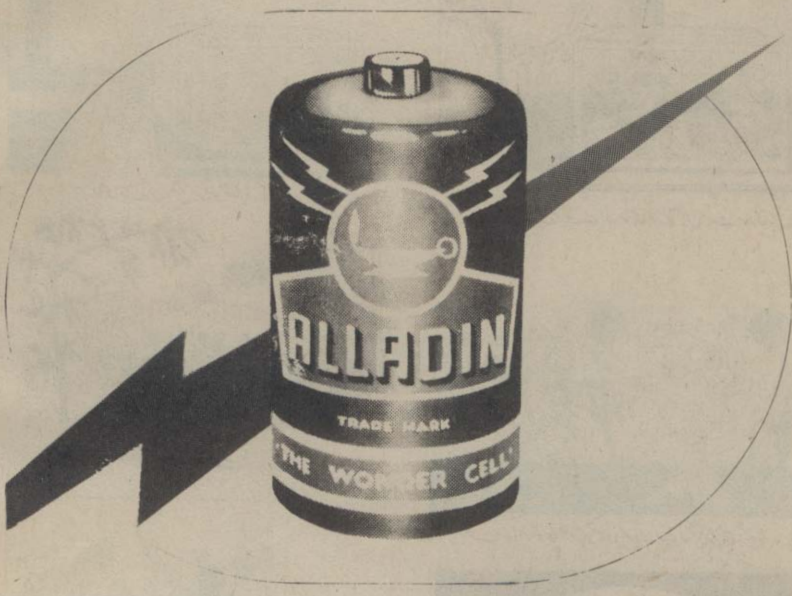

زیادہ قوّت — زیادہ دیرپا

مکمل طور پر قابلِ اعتماد - لیک پرُوف

086.MIL 5

PARAGON/A

میرا چندا سے رشتہ پرانا

اظہر نیاز

میرا چندا سے رشتہ پرانا
میری امّی کہے میرے ابّو کہیں
مجھ کو چندا کہے اب زمانہ

میں نے سن لی ہیں تاروں کی باتیں
میرے قدموں سے خائف ہیں راتیں
اب مجھے چاند گاڑی دِلا دو
اب سُنوں گا نہ ابّو؛ بہانہ !

میری امّی کہے میرے اَبّو کہیں
مجھ کو چندا کہے اب زمانہ
میرا چندا سے رشتہ پرانا

میری خواہش ہے چندا پہ جاؤں
دادی اماں کو میں جا بتاؤں
اب ہوئیں تیری باتیں کہانی
اب ہوا تیرا چرخا ، فسانہ

میری امی کہے میرے ابّو کہیں
مجھ کو چندا کہے اب زمانہ
میرا چندا سے رشتہ پرُانہ

میں بھی روشن رہوں آسماں پر
شیر بن کر جیوں اس جہاں پر
مَیں تو ٹیپو کا قصہ سنوں گا ،
امّی مجھ کو نہ لوری سنانا

میری امّی کہے میرے ابّو کہیں
مجھ کو چندا کہے اب زمانہ
میرا چندا سے رشتہ پرُانا

آئیے بنیں آرٹسٹ

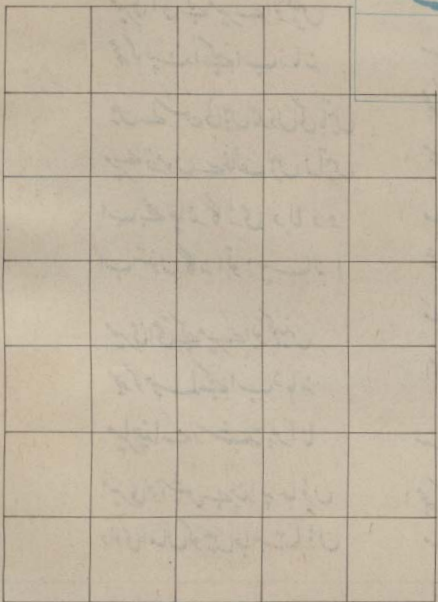

ہوبہو ایسی تصویر خانوں

کی مدد سے بنائیے

اچھا آرٹسٹ بننے کے لئے . . .

یہ آپ کی ابتدائی اور اہم مشق ہوگی۔

دوسرا اور آخری حصّہ

حق اسکواڈ

اخلاق احمد

اغواء کے بعد

امتحان کے نتیجے کا حق اسکواڈ کے چاروں ارکان بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ جس روز اسکول میں نتیجے کا اعلان ہونا تھا۔ اس دن وہ چاروں بہت خوش تھے۔ لیکن دو تین گھنٹے گزرنے کے بعد بھی نتیجے کا اعلان نہیں ہوا۔ شہریار پریشان ہوکر ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے میں داخل ہوا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس کو ایک استاد کے منع کرنے کے باوجود روک لیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے شہریار کو بتایا کہ اسکول کے ایک استاد محمود صاحب کو کسی نامعلوم شخص نے دھمکی دی ہے کہ اگر اسکول کے تمام لڑکوں کو سالانہ امتحانات میں پاس نہ کیا گیا تو انہیں آج رات اغوار کرلیا جائے گا۔ تھانے میں رپورٹ درج کرانے سے اسکول کی بدنامی کا بھی خطرہ ہے اور یہ بات اخبار میں بھی چھپ سکتی ہے۔ شہریار نے اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلایا۔ حق اسکواڈ کے ساتھ مل کر اس نے ایک منصوبہ بنایا۔ تھوڑی دیر میں نتیجے کا اعلان ہوگیا۔ حق اسکواڈ کے چاروں ارکان اچھے نمبروں سے پاس ہوگئے تھے۔ سارے بچے ہنسی خوشی گھر واپس گئے۔ لیکن حق اسکواڈ اسکول میں موجود تھا اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھا۔ محمود صاحب کے بستر پر ان کی جگہ شہریار لیٹا تھا۔ حق اسکواڈ کے چاروں ارکان مستعد بیٹھے تھے۔ شہریار بھی ہوشیار تھا لیکن رات گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کو نیند نے گھیر لیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اُس کے منہ میں کسی نے کپڑا ٹھونس دیا تھا اور ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے۔ محمود صاحب کی جگہ وہ اغوار ہو رہا تھا وہ اپنے ساتھیوں کو اطلاع بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اغوار کرنے والے پچھلی کھڑکی سے کود کر کار میں بیٹھ کر فرار ہونے لگے۔ سرفراز نے شہریار کو آواز دی۔ لیکن گاڑی بہت آگے نکل گئی تھی۔ پھر کیا ہوا آگے پڑھیے۔

ہر طرف تاریکی تھی۔

گہرا سناٹا تھا جس میں کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ اردگرد کیا ہے۔

شہریار دیر تک خاموش لیٹا رہا۔

ہوش میں آنے کے بعد اس نے چاروں طرف تاریکی پائی تھی۔ پہلے تو اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ کہاں ہے اور ہر طرف اندھیرا کیوں چھایا ہوا ہے۔ لیکن پھر اسے اچانک سب کچھ یاد آگیا۔ وہ اپنے استاد کی جگہ ان کے بستر پر لیٹا، حملہ آوروں کا انتظار کر رہا تھا۔ باہر اس کے تینوں ساتھی مختلف جگہوں پر چھپے بیٹھے تھے۔ پھر اچانک نیند نے اس پر غلبہ پالیا تھا۔ ہزار کوششوں کے باوجود وہ بالآخر سوگیا تھا اور جب اس کی آنکھ کھلی تھی تو اسے اغوار کیا جاچکا تھا۔ حملہ کرنے والوں نے اسے کمبل سمیت اٹھا کر گٹھڑی کی طرح کسی کار میں پھینک دیا تھا اور پھر وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

لیکن اب میں کہاں ہوں۔؟ اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔ اس کو یہ تو احساس ہو چکا تھا کہ وہ کھردرے فرش پر لیٹا ہوا ہے۔ اٹھ کر بیٹھنے کے بعد اس نے اندھیرے میں ادھر اُدھر ہاتھ مارے۔ کوئی دیوار اردگرد نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا، اور گہرے اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھنے لگا۔ ایک قدم، دو قدم، چار قدم، چھ قدم، اچانک اس کا ہاتھ کسی دیوار سے ٹکرایا۔ وہ رک کر مڑا اور واپس چلنے لگا۔ دس قدم چلنے کے بعد پھر دیوار

سامنے آگئی۔ یونہی تاریکی میں ٹٹول ٹٹول کر اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں قید ہے۔ کمرے میں ایک ہی دروازہ تھا جو کسی نے باہر سے بند کر رکھا تھا۔ کمرے میں اور کچھ نہ تھا۔ فرش پر صرف وہ کمبل پڑا ہوا تھا جو اس نے سوتے وقت اوڑھ رکھا تھا۔

اچانک باہر سے کسی کھٹکے کی آواز آئی۔ شہریار نے فوراً فرش پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

تالا کھلنے کی آواز آئی اور دروازہ کھلتے ہی کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ لیکن یہ تیز دھوپ کی روشنی نہیں تھی صبح کا ہلکا ہلکا اجالا تھا۔

دو آدمی اندر داخل ہوئے۔

" اوئے۔ یہ ابھی تک بے ہوش ہے!" ایک نے کہا۔

"بے ہوش نہیں ہے۔ ڈرامہ کر رہا ہے۔ ابھی ایک لات رسید کرو تو تیر کی طرح سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔" دوسرا بولا۔

" اٹھ جا بھائی۔ شرافت سے اٹھ جا۔" پہلے نے شہریار کو ہلا کر کہا۔

شہریار نے چند لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر آنکھیں کھول دیں۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے ابھی ابھی ہوش میں آیا ہو۔

"کون ہو تم لوگ۔؟" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "اور مجھے یہاں کون لے کر آیا ہے۔؟"

" ہم بڑے خطرناک لوگ ہیں۔" سامنے کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں میں سے لمبے والے نے کہا۔

چھوٹے قد والے نے کہا۔ "اور ہم ہی تمہیں یہاں لے کر آئے ہیں!"

وہ دونوں ہنسے۔

" مگر مجھے کیوں لائے ہو یہاں۔؟" شہریار نے کہا۔

" باس نے کہا تھا۔" لمبے قد والے نے کہا۔ "اس لئے ہم تمہیں اٹھا لائے۔ باس ہم سے جو کہتا ہے ہم وہی کرتے ہیں۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔"

چھوٹے قد والا بولا۔ "اب اٹھ جاؤ میرے چاند۔ باس ناشتہ کرنے کے بعد تم سے ملاقات کریں گے۔"

یہ کہہ کر وہ مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ لمبا آدمی بھی اس کے پیچھے پیچھے نکلا اور کمرے کا دروازہ پھر بند ہو گیا۔

شہریار فرش پر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اسے اچانک اپنے ساتھی یاد آئے۔

" حق اسکواڈ" یاد آیا۔ جانے وہ لوگ کیا کر رہے ہوں گے۔!!

لیکن شہر یار کو معلوم نہ تھا کہ دوسری جانب "حق اسکواڈ" کارروائی شروع کر چکا ہے۔
رات کو جب اسے اغوا کیا جا رہا تھا تو گھر کے باہر اندھیرے میں چھپے ہوئے۔ اس کے ساتھیوں نے سناٹے میں کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سن لی تھی۔
بجلی کی طرح دوڑنے والے ضیا نے چھلانگ لگا کر دیوار پار کی تھی اور مکان کے پچھلے حصے کی جانب پہنچ گیا تھا۔ تاریکی میں اس نے دو آدمیوں کو ایک گٹھڑی کار کے اندر پھینکتے دیکھا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ شہر یار کو کار میں ڈالا گیا ہے۔
جس وقت کار روانہ ہوئی تھی، ضیا نے اپنی پوری رفتار سے کار کی طرف بھاگنا شروع کیا تھا۔ آج اس کی برسوں کی محنت کا امتحان تھا۔ شہر یار کو اغوا کیا جا رہا تھا اور اس خیال نے ہی اس کے پیروں میں جیسے بجلیاں بھر دی تھیں: بجلی کی طرح دوڑتے دوڑتے ضیا نے اچانک جست لگائی تھی اور کار کے پچھلے بمپر کو پکڑ لیا تھا۔ لوہے کا بمپر ہاتھ میں آتے ہی اس نے اپنے بدن کو سیدھا کر لیا تھا۔

اب کار پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی اور ضیار اس کا پچھلا بمپر مضبوطی سے پکڑے گھسٹتا جا رہا تھا۔ اس کے گھٹنوں اور ٹانگوں پر خراشیں پڑ رہی تھیں۔ بہت جلد اسے احساس ہوگیا تھا کہ وہ زیادہ دیر تک یوں سڑک پر رگڑکھانا برداشت نہیں کر سکے گا۔ اس نے کسی موڑ پر بمپر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

جونہی ایک موڑ پر کار کی رفتار ذرا کم ہوئی، ضیار نے قلا بازی کھائی اور ہوا میں اچھل گیا۔ کار نکل گئی اور وہ قلا بازی کھاکر سڑک پر کھڑا ہوگیا۔

شہر یار کو اغوا کرنے والے نکل گئے تھے۔

لیکن ضیار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

اس نے کار کا نمبر نوٹ کرلیا تھا۔ اب شہریار کا سراغ لگانا زیادہ مشکل نہ تھا۔

ضیار مڑا اور پوری قوت سے واپس بھاگنے لگا۔

شہریار کے کمرے کا دروازہ پھر کھلا اور روشنی پھیل گئی۔

پہلے وہ دونوں آدمی داخل ہوئے جن میں سے ایک لمبا تھا اور دوسرا پستہ قد۔

اور اس کے پیچھے سیاہ گاؤن میں ملبوس ایک بے انتہا موٹا شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سگار تھا جسے وہ پی رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں لائٹر تھا۔

شہریار پر نظر پڑتے ہی اس موٹے شخص کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ اس نے پلٹ کر دونوں آدمیوں سے کہا۔ "یہ کیا ہے۔؟"

"یہ وہی لڑکا ہے جسے آپ نے اغوا کروایا تھا۔ لمبے آدمی نے کہا۔

"بکواس بند کرو۔" موٹے شخص نے گرج کر کہا۔ "میں نے ایک اسکول کے استاد کو اغوا کرنے کے لئے کہا تھا تمہیں گھر کا پورا نقشہ سمجھایا تھا اور اس کمرے کے بارے میں بھی بتایا تھا جہاں وہ استاد سوتا ہے۔"

"یہ اسی کمرے میں، اسی بستر پر سو رہا تھا باس۔" پستہ قد نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"یہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔" شہر یار نے کہا۔

موٹے شخص نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو۔؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" شہریار مسکرایا۔ "دراصل اس بستر پر میں ہی سو رہا تھا۔ تمہارے آدمی

رات کے اندھیرے میں دھوکہ کھا گئے اور مجھے اُٹھا لائے۔"

"کون ہو تم ۔ ؟" موٹے شخص نے شہریار کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ۔" شہریار ہنسا۔ "میں تمہارے منصوبے کو ناکام بنانے والا ہوں۔ میری یہی "ڈیوٹی" ہے۔"

"کس نے لگائی ہے یہ "ڈیوٹی" ۔ ؟"

"میں نے خود لگائی ہے ۔" شہریار بولا۔ "دراصل مجھے ایسے لوگ پسند نہیں ہیں جو ہمارے استادوں کی عزت نہ کریں۔ خواہ مخواہ اسکول کے معاملات میں "ٹانگ" اڑائیں۔"

"اوہو ۔" موٹے شخص نے کہا۔ "یہ چڑیا تو بہت بول رہی ہے۔"

شہریار ہنسا۔ "چڑیا بول ہی نہیں رہی ہے۔ چڑیا نے تمہیں پہچان بھی لیا ہے۔ اسکول کے ایک لڑکے خورشید کی شکل تم سے بہت ملتی ہے۔ وہ یقیناً تمہارا لڑکا ہے۔"

موٹے شخص کا رنگ اڑ گیا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں کسی خورشید کو نہیں جانتا۔"

لیکن شہریار نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ "خورشید نہایت نالائق لڑکا ہے۔ وہ اکثر فیل ہوتا ہے یا بڑی مشکل سے رعایتی نمبروں سے پاس ہوتا ہے۔ تم نے اسے سالانہ امتحان میں پاس کرانے کے لئے اسکول کے ایک استاد کو یہ دھمکی دی کہ سب لڑکوں کو پاس کر دیا جائے ورنہ تم اس استاد کو اغوا کر لوگے۔ اسکول والوں نے تمہاری دھمکی سے خوفزدہ ہونے سے انکار کر دیا اور تم نے اس کا بدلہ یوں لیا کہ استاد کو سچ مچ اغوا کر لیا۔ بدقسمتی سے اس استاد کے بجائے میں تمہارے ہاتھ آ گیا اور اب تم پریشان ہو کہ یہ منصوبہ کھٹائی میں کیسے پڑ گیا۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا ۔ ؟"

"ٹھیک کہنے سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ تمہیں ٹھیک کر دیا جائے۔" موٹا شخص شہریار کی طرف بڑھا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ کام مجھے خود ہی کرنا پڑے گا۔"

شہریار اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"میرے قریب مت آنا۔" اس نے کہا۔ "چوٹ لگ جائے گی۔"

"اچھا ۔!" موٹے شخص نے حیرت کا اظہار کیا۔ "دیکھتے ہیں کیسے لگتی ہے چوٹ ۔"

وہ جونہی آگے بڑھا شہریار فضا میں اچھلا۔ اس کی لات گھومی اور پوری قوت سے موٹے شخص کے چہرے پر پڑی۔ موٹے شخص نے ایک بھیانک چیخ ماری اور الٹ کر پیچھے جا گرا۔ اس کا سگار کمرے کے دوسرے کونے میں جا گرا تھا اور دوسرے ہاتھ میں اس نے جو لائٹر پکڑ رکھا تھا وہ بھی فرش پر گر گیا تھا۔

موٹا شخص دونوں آدمیوں کا سہارا لے کر اٹھا۔ اس نے شہر یار پر ایک نظر ڈالی اور دونوں آدمیوں سے کہا۔" اس کو یہیں بند رکھو۔ دن بھر اسے کھانا کے لئے کچھ مت دینا۔"

وہ تینوں باہر نکل گئے۔

کمرے کا دروازہ پھر بند ہوگیا۔

ادھر اسکول میں ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے میں ایک انسپکٹر بیٹھا ہوا تھا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کہہ رہے تھے۔" اب یہ معاملہ بہت خطرناک ہوگیا ہے۔ ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ شہر یار کہاں ہے۔ ہمارے پاس صرف اس کار کا نمبر ہے جس میں اسے لے جایا گیا ہے۔"

"آپ لوگ فکر نہ کریں۔" انسپکٹر نے کہا۔" ویسے آپ لوگوں کو پہلے ہی یہ معاملہ ہمارے سپرد کردینا چاہیئے تھا۔ بہرحال یہ بہت اچھا ہوا کہ کار کا نمبر پتہ چل گیا۔"

انسپکٹر نے ٹیلیفون اٹھا کر ملانا شروع کیا۔

"ہیلو۔" انسپکٹر نے لائن ملنے پر ریسیور میں کہا۔" میں انسپکٹر شمشاد بول رہا ہوں۔ علاقے کے ایک بچے کو اغوا کرلیا گیا ہے۔ میں آپ کو ایک کار کا نمبر لکھوا رہا ہوں۔ دس منٹ کے اندر اندر مجھے بتایئے کہ یہ کار کس کی ہے اور کار کے مالک کا پتہ کیا ہے۔" انسپکٹر نے کار کا نمبر بتایا اور ریسیور واپس رکھ دیا۔

دس منٹ تک کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب اور دوسرے استاد ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے کا انتظار کرتے رہے۔ پچھلی نشستوں پر "حق اسکواڈ" کے تینوں ارکان سرفراز، ضیاء اور شہزاد بھی خاموش بیٹھے تھے۔

گھنٹی اچانک بجی تو سب اُچھل پڑے۔

"ہیلو۔" انسپکٹر شمشاد نے ریسیور اٹھا کر کہا۔" ہاں..... ہاں..... اچھا..... نواب تمکین کی کار ہے۔ ہاں..... ہاں..... پتہ لکھواؤ....." پتہ لکھنے کے بعد انسپکٹر نے ریسیور واپس رکھ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا انسپکٹر۔" ہیڈ ماسٹر صاحب نے پوچھا۔

"کار نواب تمکین کی ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔" گل کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ میں وہ رہتے ہیں۔"

سرفراز، ضیاء اور شہزاد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

شہریار دوبارہ ہوش میں آیا تو کمرے میں وہ تنہا تھا۔
شاید اب باہر دھوپ آچکی تھی کیونکہ دروازے کے نیچے کی جھری میں سے ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی۔
وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا۔ پستہ قد آدمی نے اس کے سر پر نجانے کیا سخت چیز ماری تھی۔
دھیمی دھیمی روشنی میں شہریار نے اِدھر اُدھر دیکھا۔
اچانک اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔!
فرش پر موٹے شخص کا سگار پڑا ہوا تھا جو بجھ چکا تھا۔
لیکن سگار کے قریب ہی موٹے شخص کا لائٹر پڑا ہوا تھا۔!!
وہ لوگ یقیناً نکلتے وقت اسے اٹھانا بھول گئے تھے۔ شہریار نے آگے بڑھ کر لائٹر اٹھایا یہ گیس سے چلنے والا سفید رنگ کا لائٹر تھا۔
شہریار نے جونہی اس کا بٹن دبایا، ایک شعلہ جل اٹھا۔ شہریار نے بٹن چھوڑ دیا۔ شعلہ بجھ گیا۔
بہت خوب۔ شہریار نے اپنے آپ سے کہا۔ کم از کم ایک ہتھیار تو ہاتھ میں آیا۔ اس کے لبوں پر دھیمی دھیمی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

کوٹھی کا دروازہ سرفراز نے کھٹکھٹایا تھا۔
وہ اکیلا ہی پورا لان عبور کر کے اور سیڑھیاں چڑھ کے دروازے تک پہنچا تھا۔
دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد کے آدمی نے سر باہر نکال کر کہا "کیا بات ہے۔؟"
"مجھے نواب تمکین سے ملنا ہے۔" سرفراز نے کہا۔ "میں ان کے ایک عزیز دوست کا بیٹا ہوں۔"
لمبے آدمی کا سر غائب ہو گیا اور دروازہ بند ہو گیا۔
سرفراز کھڑا انتظار کرتا رہا۔
کچھ دیر کے بعد دروازہ پھر کھلا اور اسی لمبے آدمی نے سرفراز کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔
سرفراز لمبے آدمی کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ کئی راہداریوں سے گزر کر وہ ایک وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔
سرفراز ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر کے بعد ایک موٹا شخص سیڑھیوں سے اتر کر اس کی جانب آیا۔

"نواب تمکین صاحب" سرفراز نے کہا۔

"ہاں۔ بولو کیا بات ہے۔؟" موٹے شخص نے اپنے سُوجے ہوئے ہونٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

"مجھے آپ کے ایک دوست نے بھیجا ہے" سرفراز بولا۔

"دوست۔!" موٹے شخص نے پوچھا "کون سا دوست۔؟"

"یہ جو بڑا اسکول ہے نا۔ اس کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے۔" سرفراز نے کہا۔

موٹا شخص اچانک چونکتا ہو گیا۔

"لیکن میرا تو کوئی بھی دوست ہیڈ ماسٹر نہیں ہے۔" اس نے محتاط انداز میں کہا۔

"اچھا۔؟" سرفراز نے حیرت کا اظہار کیا "لیکن ہیڈ ماسٹر صاحب تو کہہ رہے تھے کہ وہ آپ کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ بہر حال، ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہلوایا ہے کہ اسکول کا ایک لڑکا شہر یار آپ کے پاس ہے۔ اسے جلدی سے اسکول بھیج دیں۔"

نواب تمکین نے غصے سے سرفراز کو دیکھا اور کہا "لڑکے۔ میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتا ہوں۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں جناب" سرفراز نے کہا "ہیڈ ماسٹر صاحب نے تو یہ بھی کہا ہے کہ لڑکے کے ساتھ کمبل بھی واپس بھیج دیں جو اس نے رات کو اوڑھ رکھا تھا۔"

"نکل جاؤ۔" نواب تمکین نے چیخ کر کہا "اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ۔"

سرفراز اٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ عجیب آدمی ہیں۔" اس نے کہا "میں تو آپ کو صرف ہیڈ ماسٹر صاحب کا پیغام دینے آیا تھا۔ آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ ویسے جو لڑکا آپ کے پاس ہے، اس کے اسکول کے کئی دوست باہر کھڑے ہیں۔ وہ سب اسے لینے آئے ہیں۔"

اسی وقت ایک چھناکا سا ہوا۔ شاید کوئی شیشہ ٹوٹا تھا۔ فوراً ہی دوسرا چھناکا ہوا۔ ایک اور شیشہ ٹوٹ گیا تھا۔

"یہ ... یہ کیا ہو رہا ہے۔؟" نواب تمکین نے چلا کر کہا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا۔" سرفراز بولا "شہر یار کے کئی دوست اسے لینے آئے ہیں۔ ذرا شریر ہیں۔ پتھر ہر وقت اچھالتے رہتے ہیں۔"

شیشہ ٹوٹنے کا ایک اور چھناکا ہوا۔ پھر ایک اور۔

نواب تمکین نے سرفراز کو گریبان سے پکڑ کر اٹھالیا۔ "چھوٹے شیطان۔ تمہیں اور تمہارے دوستوں کو میں ابھی ٹھیک کر دیتا ہوں۔" اس نے چلا کر آواز دی۔ "کرمو، فضلو، اِدھر آؤ۔"

دونوں آدمی بھاگتے ہوئے آئے۔

نواب تمکین نے کہا۔ "پولیس کو ٹیلیفون کرو۔ ہماری کوٹھی پر پتھراؤ ہو رہا ہے۔" اس نے پوری قوت سے سرفراز کو تھپڑ رسید کرنا چاہا۔ لیکن سرفراز اچانک جھک گیا۔ نواب تمکین کا ہاتھ اس کے اوپر سے گزر گیا۔

"پولیس کو بلانے کی ضرورت نہیں۔" سرفراز ہنسا۔ "انسپکٹر شمشاد آپ کے دروازے پر ہی کھڑے ہیں۔ دروازہ کھولیں اور انہیں اندر بلالیں۔"

نواب تمکین کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ "جھوٹ بولتے ہو تم۔" اس نے کہا۔

اسی وقت دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔

چند لمحوں کے اندر انسپکٹر شمشاد کئی سپاہیوں کے ساتھ اندر آچکا تھا۔ اس کے ساتھ ضیا اور شہزاد بھی تھے۔

"شہر یار کہاں ہے نواب تمکین۔" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"میں کسی شہر یار کو نہیں جانتا۔" نواب تمکین نے کہا۔ "اور تمہیں اس جرأت کے ساتھ میری کوٹھی میں گھسنے پر نقصان اٹھانا پڑے گا انسپکٹر۔"

"دیکھا جائے گا۔" انسپکٹر نے کہا۔ پھر اس نے سپاہیوں کو گھر کی تلاشی لینے کا اشارہ کیا۔ سپاہی پورے گھر میں پھیل گئے۔

کچھ دیر بعد ایک سپاہی نے آکر کہا۔ "لڑکا کہیں نہیں ہے جناب۔ لیکن کوٹھی کے آٹھ کمرے بند پڑے ہیں۔"

نواب تمکین نے کہا۔ "یہ کمرے دس سال سے بند ہیں۔ ان کے تالوں کی تو چابیاں بھی نہیں ہیں۔ میں پھر کہہ رہا ہوں کہ میرے گھر میں بلا اجازت گھسنے پر تم لوگوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"نقصان اور فائدے کی بات چھوڑو نواب تمکین۔" انسپکٹر شمشاد نے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ شہر یار کہاں ہے؟"

ابھی نواب تمکین نے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ ایک اور سپاہی تیزی سے اندر داخل ہوا۔ انسپکٹر شمشاد کے پاس پہنچ کر اس نے کہا۔ "سر۔ جو آٹھ کمرے بند پڑے ہیں ان کے پیچھے بھی کچھ کمرے ہیں لیکن ان تک پہنچنے کا راستہ انہی کمروں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔"

انسپکٹر نے ایک گہری سانس لی اور پھر کہا۔ "دیکھو کہیں سے کوئی آواز آرہی ہو۔ ہر چیز چیک کرو۔"

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ شہزاد نے منہ اوپر اٹھا کر کچھ سونگھا۔

"کوئی چیز جل رہی ہے۔ شاید یہ کوئی کپڑا جل رہا ہے۔"

انسپکٹر اور نواب تمکین، دونوں نے چونک کر شہزاد کی طرف دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی انسپکٹر شمشاد نے چلا کر اپنے سپاہیوں سے کہا۔ "دیکھو یہ بُو کہاں سے آرہی ہے۔"

پورے گھر میں وہ بُو تیزی سے پھیل رہی تھی۔ کپڑا جلنے کی بُو۔

ہر طرف ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سپاہیوں نے چند لمحوں میں ایک بند دروازے کے پیچھے سے نکلنے والے دھوئیں کا سراغ لگا لیا۔

انسپکٹر شمشاد کے حکم پر دروازے کا تالا توڑ دیا گیا۔

سپاہی اندر گھسے۔ ان کے ساتھ ساتھ سرفراز، ضیاء اور شہزاد بھی تھے۔ کمرے میں نیم تاریکی تھی اور دھواں تھا۔ یہاں کپڑا جلنے کی بو تیز تھی۔

شہزاد کی تیز نظروں نے کمرے میں موجود ایک اور دروازے کو دیکھ لیا۔ اس دروازے پر بھی تالا تھا۔ چند لمحوں کے اندر اندر یہ تالا بھی توڑا جا چکا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی کپڑا جلنے کی تیز بُو آئی اور دھوئیں کا ایک بادل باہر نکلا۔

اور اس کے ساتھ ہی سب کے کانوں نے کسی کے کھانسنے کی آواز سنی۔

"شہریار ــــ!" ضیاء نے چلّا کر کہا۔ "یہ شہریار کی آواز ہے ــ!!"

اندر گھسنے والے سپاہیوں نے ذرا سی دیر میں شہریار کو باہر نکال لیا۔

کمرے کے اندر ایک کمبل سلگ رہا تھا۔

شہریار نے لائٹر کی مدد سے کمبل کے ایک کونے کو آگ لگا رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے دھواں اور بدبو پھیلنی شروع ہو گئی تھی۔ شیشہ ٹوٹنے کی آوازیں سنتے ہی اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ "حق اسکواڈ" کی مدد آپہنچی ہے لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسے جس کمرے میں قید رکھا گیا ہے وہاں تک اپنے ساتھیوں کو بلانے کے لئے اسے کوئی نہ کوئی سگنل دینا ہوگا۔ اس نے لائٹر کی مدد سے کمبل کا ایک حصّہ جلا کر اپنے دوستوں کو دھوئیں اور بدبو کے ذریعے سگنل پہنچا دیا تھا۔

"شکر خدا کا۔" شہریار نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "دھوئیں کی وجہ سے میرا تو کھانس کھانس کر برا حال ہو گیا تھا۔"

ڈرائنگ روم میں نواب تمکین ایک صوفے پر نڈھال پڑے تھے۔ ان کے سامنے انسپکٹر شمشاد کا چہرہ تھا جس کے ہاتھوں میں موجود ہتھکڑی ان کا انتظار کر رہی تھی۔

" نواب تمکین ـــ" انسپکٹر کی آواز گونجی ـ" شاید تمہیں یہ اندازہ نہیں ہے۔ کہ تم نے کتنا بڑا جرم کیا تھا۔ شہریار کو اغواء کرنا تو ایک چھوٹا جرم ہے۔ لیکن تم ایک استاد کو اغواء کرنا چاہتے تھے۔ محض اپنے بیٹے کو پاس کرانے کی خاطر استاد جیسی عظیم ہستی کو اس کی دیانت داری کی سزا دینا چاہتے تھے۔ کل جب اخباروں میں تمہارے جرم کی تفصیلات شائع ہوں گی تو تمہیں پتہ چلے گا کہ اس جرم کی سزا کتنی بڑی ہوتی ہے۔ جب لوگ تمہارے نام سے نفرت کرنے لگیں گے۔ تب تمہیں احساس ہوگا کہ تم نے کیسا شرمناک کام کیا تھا۔"

اس نے نواب تمکین کو ہتھکڑیاں پہنائیں اور سپاہی اسے لے کر باہر نکل گئے۔

اگلی شام جب "حق اسکواڈ" کے "ہیڈ کوارٹر" میں ان چاروں کا اجلاس منعقد ہوا تو ان چاروں کے چہروں پر خوشی کی دمک صاف نظر آ رہی تھی۔

انہوں نے ہمیشہ کی طرح چائے بنائی، ایک دوسرے کو ساری تفصیلات بتائیں۔

سرفراز نے کہا ـ" ایک اعتبار سے اس کارنامے کا سہرا میرے سر جاتا ہے۔ میں ہی اکیلا نواب تمکین کی کوٹھی میں داخل ہوا تھا۔ ورنہ کس میں اتنی ہمت تھی کہ اکیلا جاتا اور نواب تمکین کو ہیڈ ماسٹر صاحب کا فرضی پیغام پہنچاتا۔"

شہزاد بولا ـ" کامیابی میری وجہ سے ہوئی ہے۔ میں نے ہی سب سے پہلے کمبل جلنے کی بُو سونگھی تھی۔ شیشے بھی میں نے ہی توڑے تھے۔"

ضیاء بولا ـــ" بہت اچھے۔ میرے کارنامے کو سب بھول گئے۔ ایک میل تک کار کا پچھلا بمپر پکڑ کر گھسٹتا ہوا گیا تھا۔ کار کا نمبر میں نے ہی معلوم کیا تھا۔"

شہریار نے کہا ـ" حد ہوگئی۔ یعنی اغواء میں ہوا۔ مار میں نے کھائی۔ قید میں رہا۔ کمبل میں نے جلایا۔ اور میرے کارنامے کا کوئی ذکر ہی نہیں کرتا۔"

وہ سب ہنسے۔

پھر شہریار نے کہا ـ" یہ ہم میں سے کسی کا کارنامہ نہیں ہے۔ یہ حق اسکواڈ کا کارنامہ ہے۔ حق کو سربلند رکھنے اور بدی کا خاتمہ کرنے کی ایک اور جنگ ہم نے جیت لی ہے۔"

وہ چاروں مسکرائے۔

پھر شہریار نے پوری قوت سے چلا کر کہا ـ" حق اسکواڈ ـــ"

" زندہ باد ـ" ان سب کی آواز چاروں جانب گونجتی چلی گئی۔

اکیڈمی برائے دعوت

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

بچوں کے ادب کا

انعامی مقابلہ

اکیڈمی برائے دعوت و تربیت نے عام اسلامی لٹریچر کی تیاری کے ساتھ ساتھ بچوں میں نیکی اور بھلائی کے فروغ کے لیے دلچسپ کتب کی تیاری اور اشاعت کا پروگرام تیار کیا ہے۔ اسی سلسلے میں بچوں کے ادب پر ایک انعامی تحریری مقابلہ منعقد کیا جا رہا ہے۔

بچوں کے لیے لکھنے والے اہل قلم حضرات: توحید ○ سیرتِ رسول ﷺ ○ سیرتِ صحابہؓ ○ دعوتِ حق ○ حسنِ اخلاق ○ صراطِ مستقیم ○ جزا و سزا ○ صبر و استقامت ○ عدل و انصاف ○ جہاد ○ شہادت ○ رزقِ حلال ○ توبہ ○ فتنہ و فساد ○ حسد و کینہ ○ آخرت ○ غرور و تکبر ○ نماز مومن کی معراج ○ علم روشنی ہے۔ اور اسی قسم کے دیگر مرکزی خیال کی حامل کہانیاں تیار کر کے اہم دینی و ملی فریضہ کی ادائیگی میں تعاون کریں۔ منتخب شدہ مسودات کی طباعت اور بچوں میں وسیع پیمانے پر تقسیم کا انتظام اکیڈمی خود کرے گی؛ اِنشاءاللہ

انعامات کی تفصیل

○ پہلا انعام: ۳۰۰۰/- روپے ○ دوسرا انعام: ۲۰۰۰/- روپے
○ تیسرا انعام: ۱۰۰۰/- روپے چھ انعامات: ۵۰۰/- روپے فی انعام

مقابلہ میں شرکت کے لیے شرائط

★ تمام مسودات اکیڈمی کی ملکیت ہوں گے۔
★ مسودات کاغذ کے ایک جانب، ایک سطر چھوڑ کر اور خوش خط تحریر کیے جائیں۔
★ مسودات کے ساتھ اپنا مکمل نام و پتہ اور تعلیمی استعداد ضرور لکھیں۔
★ مسودات اُردو یا انگریزی زبان میں کم از کم چھ فل سکیپ صفحات پر مشتمل ہونے چاہئیں۔
★ تحریر عام فہم، بچوں کے لحاظ سے دلچسپ اور دعوتی و تبلیغی مقاصد کو پورا کرتی ہو۔
★ ایک فرد، ایک سے زیادہ موضوعات پر کہانیاں مقابلہ کے لیے بھجوا سکتا ہے۔
★ انعامی مسودات کا فیصلہ منصفین کی کمیٹی کرے گی جس کا فیصلہ حتمی ہو گا۔
★ مسودات اس طرح ارسال کریں کہ زیادہ سے زیادہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۷ء تک ہمارے پاس پہنچ جائیں۔
★ مسودات درج ذیل پتہ پر روانہ کریں۔

"بچوں کے ادب کا انعامی مقابلہ"

معرفت: ڈپٹی ڈائریکٹر پبلیکیشنز اینڈ انفارمیشن

اکیڈمی برائے دعوت پوسٹ بکس نمبر ۱۴۸۵، اسلام آباد

ملکہ افروز روہیلہ

بچّہ کتنا اچھا

"جب میں کلاس میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے پوتے کی عمر کا ایک لڑکا ہمیں پڑھا رہا تھا۔ مجھے بہت سخت غصّہ آیا اور تھوڑی سی شرم بھی آئی کہ عمر میں مجھ سے اتنا چھوٹا اور یہ معمولی بچّہ میرا استاد ہے۔

لیکن جب اس نے پڑھانا شروع کیا اُس کے انداز اس کی متانت اور اس کے شوق نے مجھے اپنا گرویدہ کر لیا اور میں نے اپنے سے کم عمر شخص کو اپنا استاد تسلیم کر لیا۔"

یہ بات کوئی کہانی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے یہ واقعہ مغربی جرمنی کا ہے وہاں اسکول کے بچّوں نے اپنے ان بزرگوں کے لئے جو تعلیم سے محروم تھے ایک مہم چلائی ہے ان خیالات کا اظہار اکسٹھ سالہ ایک دادا جان نے کیا ان کا استاد ایک پندرہ سالہ طالبِ علم "کائی لڈوک" تھا. کائی لڈوک خود نویں جماعت کا طالبِ علم ہے اِسے کھیل کود سے بھی دلچسپی ہے لیکن اس نے یہ سوچا کہ بھئی ہمارے وہ بزرگ جو تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ گئے ہیں. تو ان کو بھی علم کی روشنی پہنچائی جائے. بوڑھے لوگ کہتے ہیں کہ لو میاں اب ہماری اتنی عمر گزر گئی ہم کیا خاک پڑھیں گے بھلا بوڑھے طوطے بھی کبھی پڑھتے ہیں لیکن مغربی جرمنی کے بچّوں نے انہیں سمجھایا کہ تعلیم تو بہت ضروری ہے اس کی مدد سے آپ کے بہت سے کام آسان ہو جاتے ہیں.

"لڈوک" اپنے شاگردوں کو پڑھانے کے لئے اپنے استادوں کی طرح بلیک بورڈ کی مدد لیتا ہے. کلاس رُوم میں گشت کرتا ہے اور شاگردوں کے ہر طرح کے سوالات کا تحمّل کے ساتھ جواب دیتا ہے۔

ہمارے ملک پاکستان میں تعلیم یافتہ بزرگوں کی تعداد بہت کم ہے اگر ہمارے ساتھی اور سکول کے طالبعلم اپنے کھیل کے وقت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے بزرگوں کو پڑھائیں جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تو یقیناً ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ ہمارے ملک میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہو گا جو پڑھا لکھا نہ ہو۔

ابوالفرح

جسم کی اسٹیل مل

جس طرح کسی عمارت کی مضبوطی کے لئے فولاد کی موجودگی نہایت ضروری ہوتی ہے اس طرح انسانی جسم کو بھی فولاد کی ضرورت پڑتی ہے۔

تو کیا ہم اپنے جسم کی فولاد کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ناشتے میں دو چار کیلیں بھی رکھنا شروع کردیں۔

ظاہر ہے ایسا کرنا بہت مشکل ہوگا اور لوگ مشکل اور ناممکن کام کے لئے ہی تو کہتے ہیں کہ ایسا کرنا "لوہے کے چنے چبانا ہے" اور فولاد ہمارے جسم کے سب سے مشکل کام میں مدد دیتا ہے ہمارے جسم میں جگر کے کام کے لئے فولاد کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ جگر ہی میں خون بنتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جگر خون بنانے کا کارخانہ ہے۔

فولاد کی بڑی مقدار پالک میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً تمام تازہ سبزیوں میں فولاد کی کچھ نہ کچھ مقدار ضرور شامل ہوتی ہے۔ بہت سے امراض کی وجہ سے جسم میں فولاد کی کمی ہو جاتی ہے۔ اور اس کمی کے نتیجے میں خون کی کمی کا مرض بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ بھوک کم لگنے لگتی ہے وزن کم ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ فولاد کی کمی سے جسم کی پوری عمارت کمزور ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی کو روزانہ دس ملی گرام فولاد کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ ایک عورت کو ۱۸ ملی گرام فولاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچوں کی غذا میں ایسی اشیاء ضرور شامل ہونی چاہئیں جن میں فولاد ہوتا ہے کیونکہ بچوں کا جسم تعمیر کے مرحلے میں ہوتا ہے اور تعمیر کے وقت میں فولاد کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے لئے بچوں کو کلیجی، مُرغ، بادام، آلو، مرغ کی کلیجی، کیلا، مچھلی، اسٹرابری، ٹماٹر بند گوبھی، پپیتا وغیرہ نہایت شوق سے کھانا چاہیئے۔ امی اور ابو دونوں کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو اچھی اچھی چیزیں کھلائیں۔ ان تمام چیزوں کے علاوہ ہر قسم کی دالوں میں بھی فولاد کی اچھی خاصی مقدار موجود ہوتی ہے۔ اس لئے بچوں کو دال کھانے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔

چار اونس گائے کی کلیجی میں ۱۰ ملی گرام فولاد ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ کا جسم یہ تمام فولاد جذب کرے گا۔ بلکہ صرف ۲۵ فی صد فولاد آپ کے جسم کا حصہ بنے گا اس لئے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ فولاد کی کمی کا اصل سبب غیر متوازن اور غیر مناسب غذا ہے۔ گائے کی کلیجی اس لیے زیادہ اہم ہے کہ نہ صرف اس میں فولاد کی زیادہ مقدار ہوتی ہے بلکہ یہ نہایت تیزی کے ساتھ جسم کا حصّہ بھی بنتا ہے۔ اور کلیجی میں تین دوسرے اہم اجزاء بھی موجود ہوتے ہیں۔ جن میں وٹامن سی، ریبو فلاوِن اور تانبا ہیں۔

فولاد کے ساتھ ساتھ یہ تینوں اشیاء بھی جسم کا حِصّہ بن جاتی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ صرف گوشت ہی کھائیں۔ بلکہ جو لوگ سبزی کھاتے ہیں ان کو وٹامن سی کی بھی مناسب مقدار ملتی رہتی ہے۔ دہی، گوشت، پنیر، چاول، بادام، کیلا، مونگ پھلی، سیم کی پھل، مشروم میں ریبو فلاوِن اور تانبے کی زیادہ مقدار ہوتی ہے۔ جو فولاد کی زیادہ مقدار کو جسم کا حِصّہ بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ فولاد کے برتن میں کھانا پکانے سے فولاد کی کچھ مقدار کھانے میں بھی شامل ہو جاتی ہے اس طرح المونیم کے برتن میں کھانا پکانے سے المونیم بھی غذا کا حصہ بن جاتا ہے۔ جب کہ المونیم انسانی جسم کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

فولاد خون میں ہیمو گلوبین کی تیاری میں آکسی جن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کی گردش میں مدد دیتا ہے اور خون کی کمی کی کوئی بھی وجہ ہو کوئی زخمی ہو گیا ہو یا کوئی مرض لاحق ہو گیا ہو۔ فولاد اس کمی کو دور کرتا ہے۔

کھانا کھانے کے بعد فوراً چائے پینے سے جسم میں فولاد کو ہضم کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے بلکہ اس غذا کا فولاد بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ چائے میں ایک ایسی تیزابیت ہوتی ہے جسے ٹینک الیسڈ کہتے ہیں جو فولاد کو جسم کا حِصّہ نہیں بننے دیتا۔ اور کھانے کے بعد کافی پینا چائے سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ یہ تو فولاد کے ہضم ہونے کو ۳۹ فیصد نقصان پہنچاتی ہے۔

ایسے لوگ جو صنعتی علاقوں میں رہتے ہیں اور جہاں ایسے کارخانے ہوتے ہیں جن میں دھواں اور آلودگی زیادہ ہوتی ہے اور خصوصاً جن کے دھوئیں میں کیڈمیم اور سیسہ شامل ہوتا ہے، یہ بھی فولاد کو جسم کا حصّہ نہیں بننے دیتے۔

بہت زیادہ کھیل کود کے بعد مناسب غذا نہ کھانے سے بھی جسم میں خون اور فولاد کی کمی ہو جاتی ہے۔ بہت زیادہ ذہنی پریشانی اور ذہنی دباؤ سے بھی جسم میں فولاد کے ہضم پر اثر پڑتا ہے بس آپ ذرا سی احتیاط کیجیے اور اپنی غذا کا خیال رکھیے آپ کے جسم میں کبھی بھی فولاد کی کمی نہیں ہو گی۔ کیونکہ اپنے جسم کے لئے اسٹیل بل آپ کو خود تیار کرنی ہے۔

تتلی پیاری دور نہ جاؤ ═══ ملنے آیا.. پاس تو آؤ

کائیں کائیں

محمد یعقوب غزنوی

شرارت کی پڑیا
عنبرین سے متاثر ہو کر
جو بولتی ہے اور
بہت اچھا بولتی ہے

دوست ہیں اپنی کائیں کائیں
خواہ مخواہ میں کان چبائیں

پیاری پیاری ان کی باتیں
ہر اک بات پہ امّی ڈانٹیں
جب بھی ان کے سامنے آئیں
دوست ہیں اپنی کائیں کائیں

بھوت بھی ان سے ڈر جائیں گے
ڈر کے اپنے گھر جائیں گے
دیکھنے ان کو گر آجائیں
دوست ہیں اپنی کائیں کائیں

حد سے زیادہ باتونی ہیں
باتیں ساری کارٹونی ہیں
جانے کیا کیا کہتی جائیں
دوست ہیں اپنی کائیں کائیں

ننھی منّی چڑیا

عطا محمد تبسم

ننھی منّی چڑیا آخر کونسے دیس سے آئی ہو
اپنی چونچ میں جانے کیا کیا چیزیں بھر کر لائی ہو

اتنے پیارے رنگ برنگے پنکھ تمہارے کیسے ہوئے
قدرت نے یہ رنگ دیئے یا کہیں سے رنگ کرا لائی ہو

اُلفت کا دم بھرتی ہو اور دُور سے ہی اُڑ جاتی ہو
کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو یا قید سے چھُٹ کر آئی ہو

شام سویرے جب بھی دیکھوں چوں چوں کرتی رہتی ہو
شکر کا نغمہ ہے یہ جس کا گیت بنا کر لائی ہو

ایک کنجوس آدمی صبح ہی صبح ٹی وی کا اینٹینا چھت پر جا کر درست کر رہا تھا کہ اچانک پاؤں پھسلا اور وہ تیسری منزل سے صحن کی طرف گرا، جب باورچی خانے کے قریب سے گذرا تو وہ چلایا! بیگم ناشتے میں ایک انڈا کم کر دینا آج میں ناشتہ نہیں کر سکوں گا"

مرسلہ: سرمد یوسف زئی۔ ماڈل کالونی، کراچی

ایک شخص (لڑکے سے) میں نے تمہارا چہرہ پہلے کہیں اور دیکھا ہے'

لڑکا (حیرت سے) نہیں۔ میرا چہرہ تو میری پیدائش سے ہی گردن کے ساتھ لگا ہوا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، وہ کسی اور کا چہرہ ہوگا۔

ایک محفل میں ایک صاحب نے انگلستان کی سردی کا ذکر کرتے ہوئے کہا،

"جب ہم وہاں صحن میں پانی پھینکتے تھے تو وہ فوراً ہی برف بن جاتا تھا"

دوسرے صاحب جھٹ بولے "اجی چھوڑئیے یہ بھی کوئی سردی ہے، جب ہم ناروے میں تھے تو جملے منہ سے نکلتے ہی فضا میں جم جاتے تھے جنہیں سننے کے لئے ہم ماچس جلا کر انہیں پگھلاتے تھے"

مرسلہ رضا حیدر، البدر ہائی اسکول، شیر شاہ کراچی

ایک پریس رپورٹر نے عمران اور کپیل دیو سے انٹرویو کیا۔

پہلے اس نے کپیل دیو سے سوال کیا کہ آپ کو پاکستان کا کون کون سا کھلاڑی دے دیا جائے تو آپ پوری دنیا کی کرکٹ ٹیموں کو ہرا دیں۔ "کپیل دیو نے کہا "عمران، جاوید میانداد، وسیم راجہ مل جائے تو ایسا ممکن ہے"

رپورٹر نے یہی سوال عمران خان سے کیا کہ آپ کو ہندوستان کا کون کون سا کھلاڑی مل جائے تو آپ دنیا کو ہرا سکیں گے۔

عمران نے مسکرا کر جواب دیا "مجھے ہندوستان کا کوئی کھلاڑی نہیں چاہیئے بس صرف وہاں کا ایمپائر مل جائے تو میں پوری دنیا کو ہرا سکتا ہوں"۔

مرسلہ: محمد عامر ایاز، لطیف آباد، حیدر آباد

مریض (ڈاکٹر سے) جناب کیا یہ درست ہے کہ عینک لگانے کے بعد میں سب کچھ پڑھ سکوں گا

ڈاکٹر: جی ہاں۔ بالکل۔

مریض (خوش ہو کر) پھر تو یہ بہت خوشی کی بات ہے ورنہ میں تو سدا سے ان پڑھ ہوں۔

مرسلہ: محمد سعید آفتاب، دوڑ، نوابشاہ۔

ایک ٹریفک پولیس کے سپاہی نے ایک خاتون کو تیز رفتاری سے کار چلاتے ہوئے روکا تو وہ بولی "کیا آپ نے مجھے یہ پوچھنے کے لئے روکا ہے کہ میں تیز کار کیوں چلا رہی ہوں یا آپ میرے شوہر کے متعلق جاننا چاہتے ہیں جو کہ سٹی پولیس انسپکٹر ہے۔

مرسلہ: ثناء گلشن، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

استاد (عامر سے) زمین گول ہونے کے تین ثبوت بیان کرو۔

عامر (جلدی سے) جناب پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ زمین گول ہے، دوسرا اباجی کو بھی یہی کہتے سنا ہے، تیسرا یہ ہے کہ کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے۔

مرسلہ: محمد اعجاز، جامشورو

مس (شاگرد سے) بتاؤ۔ اگر ۵ روپے کے ایک درجن انڈے آتے ہوں اور آپ کے پاس ۲/۱ ۲ روپے ہوں تو آپ کتنے انڈے خریدیں گے۔

شاگرد (معصومیت سے) مس ایک بھی نہیں!

مس، وہ کیوں۔

شاگرد: اس لئے کہ مس مجھے انڈے پسند نہیں ہیں میں اس کے بدلے چاکلیٹ خریدوں گا۔

مرسلہ: شاہینہ جلال میرپور خاص۔

ایک آدمی نے اخبار میں کچھ اس طرح اشتہار دیا۔

"ایک نوکر کی ضرورت ہے، صبح و شام آدھے آدھے گھنٹے کے لئے ڈیوٹی ہوگی، دو وقت کی روٹی بھی ملے گی، تنخواہ نہیں دی جا سکتی، ضرورت مند رجوع کریں"

ایک آدمی اشتہار پڑھ کر آیا اور کام کے بارے میں پوچھا، تو ان صاحب نے جواب دیا "صبح و شام باباصاحب کے مزار پر روٹی بانٹی جاتی ہے، تم وہیں کھا آیا کرو اور میرے لئے بھی لے آیا کرو۔ بس یہی

کام ہے۔

مرسلہ: شیرازی سسٹرز، ٹنڈو آدم

ایک بچہ بہت دیر سے بادشاہوں کے عروج و زوال پر ایک تاریخی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تھوڑی دیر بعد ہی اکتا گیا اور کتاب میز پر رکھتے ہوئے بولا "اونہہ - یہ بھی کوئی کتاب ہے، دو صفحے سے زیادہ کوئی زندہ ہی نہیں رہتا۔

مرسلہ: مہرین فاطمہ، نارتھ ناظم آباد، کراچی

ایک ہوٹل کے باہر لکھا تھا "یہاں حسب خواہش ہر قسم کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں" ایک آدمی نے آزمانے کا فیصلہ کیا، اور اندر داخل ہو کر ویٹر کو آرڈر دیا، ہاتھی کے دو کباب لے آؤ"

ویٹر آرڈر لے کر چلا گیا اور کافی دیر بعد آیا تو پریشان دکھائی دے رہا تھا، اس کو دیکھ کر آدمی غصے سے بولا "کیا ہاتھی کے کباب نہیں مل سکتے۔

ویٹر نے ادب سے جواب دیا، جناب مل تو سکتے ہیں مگر مینیجر صاحب کا کہنا ہے کہ وہ دو کبابوں کے لئے ہاتھی نہیں ذبح کروا سکتے۔

مرسلہ: پرویز آرائیں، شرق پور خورد۔

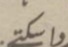

بیٹا: امی اگر آئینہ ٹوٹ جائے تو،

ماں: جو توڑے گا میں اُسے رسی سے باندھ کر پٹائی کروں گی۔

بیٹا: اچھا امی - آئینہ تو ابو کے ہاتھوں ٹوٹ گیا ہے۔

مرسلہ راجہ اشفاق احمد ——— ٹنڈو باگو

راشد: میرے ابا جان بہت طاقت ور ہیں،

جمال: وہ کیسے؟

راشد: وہ ایسے - کہ دادی اماں کہتی ہیں جب بچپن میں ابا جان روتے تھے تو سارا گھر سر پر اٹھا لیتے تھے۔

مرسلہ ——— محمد طاہر

جانوروں کا دکاندار ایک پروفیسر کو ایک طوطے کی خصوصیات بتاتے ہوئے بولا،

صاحب، اگر آپ اس کا دایاں پاؤں اٹھائیں گے تو اردو میں آپ کو سلام کرے گا۔ اگر بایاں پاؤں اٹھائیں گے تو انگریزی میں سلام کرے گا۔

" اگر میں اس کے دونوں پاؤں اٹھاؤں تو، پروفیسر صاحب نے خوش ہو کر پوچھا،

" بے وقوف پھر میں گر جاؤں گا،، طوطے نے گھورتے ہوئے جواب دیا،

مرسلہ ریحان احمد لئیق، ——— کراچی

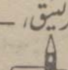

آنکھ مچولی البم

ان پانچوں کو بغور دیکھئے اور بتایئے ان میں سے کون سا بچہ اس وقت شرارت کے موڈ میں ہے ......

جواب کے لئے آئندہ ماہ ایک اور تصویر دیکھئے

بھوک شدید ہو تو کھانے کے لئے پانی میں بھی اُترا جا سکتا ہے۔

پانی میں سیب کھانے کا ایک مقابلہ

تو پھر آپ بھی کر دیکھئے ایسا ہی ایک مقابلہ

اپنے دانتوں کو
مزے سے صاف کیجئے
کرسٹل کے تین ذائقے، تینوں مزے دار
کرسٹل ریڈ جیل میں چیری، گرین جیل میں
منٹ اور کرسٹل وہائٹ میں منٹ فریش۔
کرسٹل سے برش کیجئے، ٹوتھ پیسٹ کا مزا
لیجئے دانت ہمیشہ صاف، چمکدار اور کیڑا
لگنے سے محفوظ۔
Crystal
سانس خوشگوار، دانت چمکدار
Crystal
Crystal
Crystal white

مصطفےٰ چاند

ماں

گرمیوں کی ایک سہ پہر تھی. شہزاد نے چپکے سے دیکھا امّی سو چکی تھیں اُس نے آہستگی سے چادر ہٹا کر اپنے دونوں تکیئے اس طرح رکھ دیئے کہ کسی کے لیٹے ہونے کا گمان ہونے لگا تھا اس کے بعد وہ دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا جونہی چٹخنی اس کے ہاتھ سے ٹکرائی شہزاد کے دِل کی دھڑکن میں ہلچل سی مچ گئی ایک نظر اس نے پلٹ کر امّی کی طرف دیکھا جن کی لمبی سانسوں کی آواز ان کی گہری نیند کا ثبوت پیش کر رہی تھیں چند ثانیے وہ یونہی کھڑا رہا اور پھر خاموشی سے باہر نکل گیا.

جس وقت شہزاد کی امّی کی آنکھ کھلی گھڑی ساڑھے چار بجا رہی تھی انہوں نے پہلے سوچا کہ شہزاد کو بھی اُٹھا دیں۔ لیکن پھر انہیں احساس ہوا کہ شہزاد تھکا ہو گا کیونکہ اس کے اسکول میں ہفتہ صفائی منایا جا رہا تھا جس کے تحت بچے اپنے اسکول میں خود ہی صفائی اور دیگر کام کر رہے تھے چنانچہ وہ واپس پلٹ گئیں اور باورچی خانے میں شام کے کھانے کی تیاری کرنے لگیں۔

شام کے وقت دروازے پر دستک ہوئی امّی نے سبزی کاٹتے ہوئے باورچی خانے ہی سے پوچھا۔

"کون ہے بھئی.....؟"

"خالہ جی میں ہوں اشتیاق، دروازہ کھولیئے......" باہر سے آواز آئی۔

"اچھا بیٹا ابھی آئی.....؟" شہزاد کی امّی نے چھری چھوڑ کر ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا اور تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی دروازے کی جانب لپکیں۔

"خالہ جی.....اسلام علیکم" بہت سارے بچے ایک ساتھ ہی چلائے شہزاد کی امّی نے سب کو دعا دی۔

"خالہ جی شہزاد کہاں ہے....." مُنّے نے سانس لینے کا موقع بھی نہ دیا۔

"بیٹا وہ تو سو رہا ہے....." ان کے جواب پر سبھی بچے "کھی کھی کھی" کر کے ہنسنے لگے۔

"کیا ہو گیا بھئی......" شہزاد کی امّی نے حیرت کے ساتھ کہا۔

"خالہ جی حیرت ہے کہ ایک محلے میں ایک جیسے دو شہزاد کیسے ہو گئے کیونکہ کچھ دیر پہلے ہی ایک شہزاد ہمارے گھر کا شیشہ توڑ کر بھاگا ہے وہ گلی میں گھسا تھا ہم سمجھے تھے کہ اب تک گھر پہنچ چکا ہو گا......؟" گڈو نے دھیرے دھیرے بتایا۔

"مگر بیٹا شہزاد تو......" شہزاد کی امّی چکرا سی گئیں کیوں کہ وہ تو شہزاد کو سوتا چھوڑ کر آئیں تھیں۔

"اچھا اِدھر آؤ میں تمہیں دکھاتی ہوں......" وہ یہ کہہ کر تمام بچوں کو لئے شہزاد کے کمرے میں چلی گئیں اور شہزاد کے بستر کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگیں۔

"شہزاد تو میرے سامنے یہاں سویا....." اور جونہی انہوں نے چادر ہٹائی وہ دھک سے رہ گئیں دو تکیے آڑھے ترچھے کئے پلنگ پر پڑے تھے اور شہزاد کا کچھ پتہ ہی نہ تھا۔ بچوں کے حلق سے پھر قہقہے اُمڈنے لگے گڈو بھی اپنی شکایت بھول کر شہزاد کی اس حرکت پر قہقہے لگانے والوں میں شامل ہو گیا تھا اچانک شہزاد کی امی کو یاد آیا کہ جس وقت وہ اٹھی تھیں دروازے کی چٹخنی گری ہوئی تھی لیکن بے خیالی میں انہوں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔

"ارے یہ کمبخت کہاں گیا......" شہزاد کی امّی نے ماتھے پر بَل ڈالتے ہوئے کہا۔

"خالہ جی جب شہزاد نے شیشے پر پتھر مارا تا تو وہ پچھلی کچی گلی میں بھاگا تھا....." خارو نے جلدی سے کہا۔

ہاں.....اور اس کے بعد پتہ ہی نہیں وہ کہاں گیا......" اختشام بھی حیرانگی سے بولا۔
"اچھا بیٹا تم لوگ جاؤ شہزاد جب بھی آیا ایسی خبر لوں گی، کہ یاد رکھے گا زندگی بھر......" شہزاد کی امی نے غصے سے کہا۔ "اچھا خالہ جی خدا حافظ......" تمام بچے ایک دوسرے کے پیچھے قدم بڑھاتے باہر نکل گئے۔

یہ کوئی آج کی بات تو تھی نہیں. تقریباً روزانہ ہی شہزاد کی شکایتیں اس کے گھر آنے سے پہلے پہنچ جایا کرتی تھیں کبھی کسی کو جھولے پر سے دھکا دے دیا، کبھی کتے کو پتھر مار کر بچوں کے پیچھے لگا دیا، کہیں ماسٹر صاحب کے بچے کو مار کر بھاگا تو کبھی امرودوں والے گھر میں پتھر پھینک دیا، یہ تو شہزاد کی اب عادت سی بن گئی تھی کہ جس سمت نکلے "الاماں الحفیظ"۔

شہزاد کی امی جانتی تھیں کہ بچوں کی پہچان ان کی شرارت سے ہوتی ہے مگر ایسی شرارت جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے کسی طرح مناسب نہیں اور پھر شہزاد کی شرارتوں کی رفتار تو ایک عام بچے سے کہیں زیادہ تیز تھی اور نہ صرف یہ کہ دوسروں کا نقصان ہوتا تھا بلکہ آئے دن جھگڑے بھی ہوتے تھے اور یقیناً امی کو غصہ بھی آنا چاہیے تھا چنانچہ انہوں نے ہر حربہ استعمال کر لیا۔ پیار سے، پٹائی سے ڈرا دھمکا کر مگر شہزاد تو جیسے چکنا گھڑا بن گیا تھا کچھ اثر ہی نہ ہوتا تھا اس پر......!

کتنی بار امی اکیلے میں روتی رہیں ان کی صرف یہی شہزاد تو ایک اُمید تھا اور اسے وہ بگڑتا ہوا کیونکر دیکھ سکتی تھیں آج بھی وہ انہیں جُل دے کر نکل گیا تھا۔

آج آنے دو ذرا......" انہوں نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا اور دوبارہ باورچی خانے کی طرف مڑ گئیں مغرب کی اذان شروع ہوئی تو شہزاد کو گھر کی یاد آئی اشتیاق کے گھر کا شیشہ توڑنے کے بعد وہ فٹ بال کھیلنے نکل گیا تھا بھلا اُسے کیا پروا تھی کہ کوئی اس کی شکایت کرے یا نہ کرے لیکن شرارت کے بعد وہ گھر جاتے ہوئے ڈرتا ضرور تھا اس وقت بھی وہ اس شش و پنج میں تھا کہ کون سا بہانہ بنایا جائے جب کافی دیر تک اس کو کچھ سجائی نہ دیا تو وہ پیر پٹختا ہوا گلی کی طرف مڑ گیا وہ اپنے خیالات میں اس قدر مگن چلا جا رہا تھا کہ اس کو احساس بھی نہ ہوا کہ وہ اس اندھیری گلی سے گزر رہا ہے جس میں سے گزرتے ہوئے اسے ہمیشہ ہی ڈر لگتا تھا لیکن آج تو اُسے یہ سوچنے کی بھی فرصت نہیں تھی پھر جب گھر آ گیا تو اس نے پچھلی طرف کی جالیوں کو پکڑا اور دیوار پر چڑھ گیا۔ صحن خالی تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ امی باورچی خانے میں تھیں اس نے چند لمحے انتظار کیا اور آہستہ سے اپنے گھر میں کود گیا "دھپ" کی آواز کے ساتھ ہی وہ زمین سے چپک گیا کیوں کہ قدموں کی آہٹ نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی تھی اور پھر اگلے ہی لمحے وہ امی کی گرفت میں تھا۔

اُس دن تو شہزاد کی امّی نے شہزاد کی اتنی پٹائی کی کہ ان کی ساری چوڑیاں ٹوٹ گئیں لیکن انہوں نے بھی اس وقت تک بس نہیں کی جب تک وہ تھک کر ہانپنے نہیں لگیں پٹائی شہزاد کے لئے کوئی نئی بات تو نہ تھی وہ تو اب ان باتوں کا عادی سا ہو چکا تھا لیکن فطری ردِعمل کے طور پر وہ کچھ دیر تو روتا رہا اور پھر وہیں کونے میں دبکے دبکے سو گیا۔ امّی نے اس عرصے میں کھانا تیار کر لیا تھا کھانا لے جاتے ہوئے انہیں احساس ہوا کہ آج انہوں نے شہزاد کو بہت مارا ہے لیکن شہزاد انہیں کوئی برا تھوڑا ہی لگتا تھا شرارت پر بچوں کی سرزنش تو ہونی چاہیئے۔ انہوں نے بھی شہزاد کے فائدے کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا وہ یہ تمام باتیں سوچتی ہوئی شہزاد کے کمرے میں داخل ہو گئیں وہ بدستور اسی انداز سے لیٹا ہوا تھا جیسا وہ اسے چھوڑ کر گئیں تھیں آنسو اس کے گال پر سوکھ چکے تھے ہاں ایک ننھا سا قطرہ پلکوں پر اب بھی چمک رہا تھا انہوں نے شہزاد کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"شہزاد کھانا کھالو......" انہوں نے آہستہ سے کہا شہزاد کی نیند ابھی کچی ہی تھی اس نے آنکھیں کھولیں۔ اور دوبارہ بند کر لیں۔

بیٹا اٹھو...... دیکھو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے......" شہزاد کی امی اس کو پھر پچکارنے لگیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔

بیٹا......اٹھونا......"

"مجھے نہیں کھانا......شہزاد غصے سے چلایا اور پلٹ کر لیٹ گیا۔

"بیٹا تم نہیں کھاؤ گے تو میں بھی نہیں کھاؤنگی......امّی نے ٹرے میز پر رکھ دی۔

"نہیں کھانا تو نہ کھائیں......" شہزاد کا تلخ سا جواب سن کر شہزاد کی امّی واپس پلٹ گئیں ایسے ہی اکثر جوابات پر وہ بالکل ہی افسردہ ہو جاتیں آج کا جواب بھی کوئی اتنا اچھا نہ تھا کہ وہ خوش ہوتیں وہ کھانا واپس لے گئیں اور ایک لقمہ تک نہ کھایا بس وضو کیا نماز پڑھی اور بستر پر آ کر لیٹ گئیں۔

شہزاد کب کا سو چکا تھا اس کی امّی بھی آنکھیں بند کر کے لیٹ گئیں مگر وہ رات کو بار بار جاگتی رہیں انہیں یہی فکر تھی کہ شہزاد نے میری وجہ سے کھانا نہیں کھایا اسے بھوک لگ رہی ہو گی اس کا ننھا سا دل رو رہا ہو گا اُسے مجھ سے نفرت ہو گئی ہو گی جب وہ دوبارہ اٹھیں تو گھڑی کی سوئی چار بجا رہی تھی ابھی صبح ہونے میں بہت دیر تھی لیکن اس کے بعد وہ دوبارہ نہ سو سکیں کچھ دیر تک تو انہیں بڑی بے چینی سی رہی پھر وہ اٹھیں اور شہزاد کے بالوں میں وہ ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"شہزاد تمہیں نہیں پتہ کہ ماں کو اپنی اولاد سے کتنی محبت ہوتی ہے جانتے ہو تم یتیم ہو تمہیں سنبھالنے والا

کوئی بھی تو نہیں ہے صرف میں ہوں لیکن تم مجھے شاید ماں ہی نہیں سمجھتے ورنہ میرا کچھ تو احترام کیا جاتے. میں تمہیں بڑا آدمی بنانا چاہتی ہوں کاش تم یہ جان سکتے تمہیں شاید یہ بھی نہ پتہ ہو کہ میں صرف تمہارے آسرے پر زندہ ہوں ورنہ کب کی مر کھپ گئی ہوتی ......؟

"اچھا میرے گڈو...... میرے لال اب میرے ساتھ میرے بستر پر سو جاؤ..... آجاؤ نا......" شہزاد کی امی دھیرے دھیرے بول رہی تھیں لیکن شہزاد تو بے خبر سو رہا تھا پھر شہزاد کی امی نے شہزاد کو اپنے بازوں پر اٹھایا اور بستر پر پیدل لے آئیں. تب شہزاد کو انہوں نے اپنی آغوش میں لے کر آنکھیں بند کر لیں پوری رات میں پہلی بار انہیں گہری نیند آئی تھی اور پھر جب وہ اٹھیں تو صبح کے ساڑھے دس بج رہے تھے سورج انگارے برساتا ہوا ٹین کی چھت پر چڑھ آیا تھا.

"اُف خدایا آج تو فجر کی نماز بھی نکل گئی ....." امی نے جلدی جلدی چادر تہہ کرتے ہوئے کہا.

"اور میرا اسکول بھی ......" شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا رات کی تمام باتیں وہ بھلا چکا تھا اور یہی اس کی اچھی بات تھی.

"ہاں بیٹا آج تمہارا اسکول بھی گیا......" امی نے افسوس کرتے ہوئے کہا.

"اچھا بیٹا اب یوں کرو منہ ہاتھ دھو لو پھر ناشتہ کریں گے......"

"اچھا..... "شہزاد یہ کہکر منہ دھونے چلا گیا اور امی چولہے پر چائے کے لئے پانی ابالنے لگیں.

شہزاد کو بہت دیر سے پیپتے ماموں کا انتظار تھا روزانہ ہی پیپتے ماموں ڈھیلی ڈھالی پینٹ پہنے اپنی دھن میں مگن چلے آتے تھے ان کے دائیں ہاتھ میں ہمیشہ ہی پیپتے ہوا کرتے تھے اور ذرا ان سے کچھ بات کر لی پیپتے کے فلڈے گنوانے بیٹھ گئے شہزاد کو ماموں پیپتے سے بہت چڑ تھی کئی مرتبہ وہ ماموں پیپتے کو بے وقوف بنا چکا تھا اور ہر مرتبہ ہی ماموں پیپتے اس کے گھر میں شکایت کر دیتے.

آج بھی اس نے ماموں پیپتے پر حلہ بولنے کا تہیہ کر رکھا تھا وقار کی چھت پر کھڑے ہو کر شہزاد نے دیکھا ماموں پیپتے حسب معمول تھیلی اٹھائے چلے آ رہے تھے شہزاد نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھیلی کو دیکھا جو کالے کالے موٹے چیونٹیوں سے بھری ہوئی تھی اُس نے تھیلی کا اوپر کا منہ کھول دیا اور نیچے سے گزرتے ہوئے ماموں پیپتے پر تھیلی الٹ دی ماموں پہلے تو کچھ سمجھ ہی نہ پائے کہ کیا ہو گیا ہے مگر جب چیونٹیوں نے ان کی کھال پر بوسوں کی بارش کر دی تو وہ چلا چلا کر ہلکان ہو گئے بالوں میں، قمیض میں، جیب میں، منہ پر...... یوں لگتا تھا جیسے چیونٹیوں کا جمعہ بازار لگا ہوا ہے شہزاد تھوڑی دیر تک پیپتے ماموں کی تکلیف سے محظوظ ہوتا رہا اور پھر دیواریں پھلانگتا ہوا اپنے گھر میں کود گیا پھر شکایت

ہوئی پٹائی ہوئی اور شہزاد دوبارہ باہر نکل گیا.

دو دِن سے شہزاد کی امّی کو نزلہ اور بخار ہو گیا تھا بخار اتنا بڑھا کہ اٹھنے تک کی سکت نہ رہی مگر اس کے باوجود وہ کام کرتی رہیں مگر پھر ایک وقت آیا کہ وہ بالکل ہی تھک کر چور ہو گئیں انہوں نے دیکھا شہزاد اپنے کمرے میں ریڈیو لگائے بیٹھا تھا.

"شہزاد..... شہزاد..... "شہزاد کی امّی پوری طاقت لگا کر بولیں مگر وہ تو جیسے سن ہی نہیں رہا تھا مگر جیسے ہی ریڈیو پر تلاوت کا پروگرام آیا اس نے ریڈیو بند کر دیا.

"شہزاد بیٹا..... جا ذرا ڈاکٹر کو بلا لا..... میری طبیعت.....،شہزاد کی امّی جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی کھانسنے لگیں: "میں کھیلنے جا رہا ہوں خود بلا لائیں.....،شہزاد غصّے سے دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا شہزاد کی امّی کا سانس چڑھنے لگا کھانستے کھانستے آنکھیں باہر کو اُبل آئیں تھیں گھر میں جو دوائی تھی وہ ختم ہو چکی تھی اور شہزاد بھی انہیں چھوڑ کر کھیلنے چلا گیا تھا.

"یا اللہ ..... کیا کروں....." وہ نقاہت سے بستر پر اٹھنے کی کوشش میں دوبارہ ڈھیر ہو گئیں.

"کوئی بھی تو نہیں ہے..... شام کو کھانا بھی پکانا ہے.....، وہ خود ہی بڑبڑانے لگیں....."

شام کو شہزاد کھیل کر واپس آیا تو امّی بدستور بستر پر لیٹی تھیں اس نے باورچی خانے کے اندر داخل ہو کر دیکھا تمام برتن خالی تھے اس نے غصّے سے پتیلی کو لات ماری.

امّی ابھی تک آپ نے کھانا نہیں پکایا مجھے بھوک لگی ہے..... ،وہ چلّاتا ہوا دوسرے کمرے میں گھُس گیا اور تیز آواز میں ریڈیو لگا کر بیٹھ گیا امّی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں ریڈیو میں تیز موسیقی گونج رہی تھی اور ان کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا: "بیٹا ریڈیو آہستہ کر دے.....،مگر شہزاد تو جیسے سنتا ہی نہیں تھا وہ بدستور گانے میں مگن رہا.

"میرے بیٹا کھانا کھا لے..... تھوڑی دیر بعد اس نے امّی کی آواز سنی اور بستر پر بیٹھ کر اپنی بھوک مٹانے لگا جس وقت اس نے کھانا کھایا امّی دوبارہ سو چکی تھیں اس نے بھی لائٹ بند کی اور لیٹ گیا.

اگلے دِن ثریا پڑوس سے آ گئی اس نے شہزاد کی امّی کو یوں بستر پر پڑے دیکھا تو فوراً ڈاکٹر کو بلا لائی ڈاکٹر نے دوائی لکھ کر دی اور انجکشن لگا کر چلا گیا. ثریا نے دوائی کی پرچی شہزاد کو دیتے ہوئے کہا.

"فوراً اختر بھائی سے یہ گولیاں لے آؤ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں."

"اوہو..... بھئی..... میں جا رہا ہوں ابھی..... دوائی کسی اور سے منگوا لیں.....،شہزاد یہ کہہ کر باہر نکلنے لگا.

ارے شہزاد تمہاری امّی بیمار ہیں اور تمہیں پرواہ ہی نہیں ہے..... ماں باپ کی خدمت کرنی چاہیئے صرف

ایک ماں ہی تو ہے تمہاری اُسے بھی......"

"ثریا باجی مجھے قوالی بالکل پسند نہیں ......" شہزاد بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا اور ثریا اسے دیکھتی ہی رہ گئی ......!

پھر اچانک ہی ہیضے کی وبا پھیلی اور پورا کا پورا گاؤں اس کی لپیٹ میں آ گیا شہزاد کی امّی تو ٹھیک ہو گئی تھیں لیکن شہزاد پر ہیضے کا حملہ ہو گیا. شہزاد کی امی تو جیسے پاگل ہو گئی ہوں ڈاکٹر کی تلاش میں شہزاد کو کندھے سے لگائے ماری ماری پھرتی رہیں اور شہزاد کی اُلٹیاں ان کے کپڑوں پر ہوتی رہیں مگر انہوں نے کوئی پروا نہیں کی چار دن کی کش مکش کے بعد بالآخر شہزاد کی امّی نے اپنی دعاؤں سے موت کے پروانے کو واپس بھیج دیا شہزاد پھر سے صحت مند ہو کر اسکول جانے لگا تھا. آج اسکول سے واپسی پر وہ سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ وہ امّی سے اپنی تمام غلطیوں کی معافی مانگے گا اور بالکل اچھا اور نیک بچّہ بن کر دکھائے گا.

جس وقت وہ گھر پہنچا ظہر کی اذان ہو رہی تھی گھر میں رش دیکھ کر وہ بری طرح چونکا.

"شہزاد تمہاری امّی ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئی ہیں....."

اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کس نے اس کو یہ اطلاع دی بس وہ وہیں امّی کی لاش سے لپٹ لپٹ کر رونے لگا کتنی ساری عورتیں اس کے گھر میں جمع تھیں سب اس کو تسلیاں دے رہی تھیں سینے سے لگا رہی تھیں مگر کسی کے سینے سے بھی تو اس کو ماں کی خوشبو نہیں آ رہی تھی وہ روتا رہا...... چلاتا رہا اور پھر بہت سارے لوگوں کے سامنے اُس کی امّی کو دفنا دیا گیا وہ جب گھر لوٹا تو اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دوبارہ قبرستان میں آ گیا ہو..... گھر میں روشنی کے باوجود بھی اندھیرا لگ رہا تھا وہ امّی کے پلنگ پکڑ کر روتا رہا معافی مانگتا رہا مگر اب یہاں کون تھا جو اس کو معاف کرتا سینے سے لگاتا.

اس کے اگلے دن چاچا نظام اُس کو اپنے ساتھ اپنے گاؤں لے گئے وہ اس گھر کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا مگر چاچا نظام اس کو زبردستی اپنے گھر لے آئے جہاں چاچی بھی تھی ان کے بچے بھی تھے لیکن شہزاد کو تو ان میں سے کوئی بھی اچھا نہیں لگتا تھا بس اسے تو ہر وقت امّی کی یاد ستاتی.

وہ روتا رہتا نہ معلوم کیوں وہ سوچتا تھا کہ امّی سے وہ معافی بھی نہ مانگ سکا پھر ایک دن وہ چاچا سے چھپ کر اپنے گاؤں آ گیا اس گھر میں جہاں اس کی ماں تھی اس کی یادیں تھیں پھر وہ قبرستان کی طرف نکل گیا ماں کی قبر کو اس نے دور سے ہی شناخت کر لیا وہ قبر کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا.

"امّی آپ کیوں چلی گئیں مجھے چھوڑ کر میں آپ کو اب تنگ تو نہیں کروں گا..... پتہ ہے امی چاچا مجھے بہت مارتا ہے سارا سارا دن چاچی مجھے کام سے لگائے رکھتی ہے اور اگر کام خراب ہو جائے نا تو جھاڑو سے مارتی ہے اور

چاچا کہہ رہا تھا تجھے گیراج میں بٹھا دوں گا وہاں موٹر سائیکل ٹھیک کرنا اسکول کا کیا فائدہ ..... "
امی میں اپنے کپڑے خود دھوتا ہوں ...... کوئی بھی تو دھو کر نہیں دیتا یہ جو قمیض میں نے پہنی ہے نا یہ وہی قمیض ہے جو آپ نے سی کر دی تھی میں نے سوچا تھا کہ نئی قمیض آپ سے دھلواؤں گا مگر آپ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں دیکھیں امی میری قمیض کتنی میلی ہے لیکن اب میں اسے کبھی نہیں اتاروں گا میں یہ میلی قمیض ہی پہنے رہوں گا مگر امی مجھے معاف تو کر دیں ...... میں معافی مانگنے آیا ہوں ...... "
وہ پہلے سے کہیں شدت کے ساتھ رونے لگا آنسو اس کی آنکھوں سے گالوں کے چشمے کی طرح بہہ رہے تھے وہ یونہی روتے روتے سو گیا اتنی دیر میں اس نے دیکھا۔ ایک بزرگ اس کے سامنے آ گئے سفید پوش اور نورانی چہرے والے یہ بزرگ شہزاد سے کہہ رہے تھے۔
"ننھے ساتھی! مائیں کبھی مرتی نہیں ہیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں دلوں میں، آنکھوں میں اور خیالوں میں تم اپنی میلی قمیض دھلوانے کے لئے اپنی ماں کے پاس آئے تھے نا ...... "
"ہاں ..... ہاں ..... " شہزاد جلدی سے بولا۔
"اور معافی بھی مانگنے ..... "
"تمہاری ماں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور دیکھو تمہاری میلی قمیض بھی دھل گئی ہے"
شہزاد نے چونک کر دیکھا اس کی میلی قمیض بالکل صاف ہو گئی تھی۔
"حیران نہ ہو ننھے ساتھی ...... یہ قمیض تمہاری ماں نے ہی دھوئی ہے پتہ ہے جب تم یہاں آئے تھے نا تو تمہاری ماں تمہاری آنکھوں میں چپکے سے آ گئی تھی اور جب تم رو رہے تھے تو وہ تمہارے آنسو تھوڑے ہی تھے وہ تو تمہاری ماں جنت سے پانی کے ڈول تمہاری آنکھوں سے بہا رہی تھی پھر تمہاری پوری قمیض گیلی ہو گئی اور اب دیکھو ...... تمہاری میلی قمیض دھل گئی ہے ...... " فرشتے نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔
شہزادہ نے دوبارہ قمیض کی طرف دیکھا وہ واقعی دھل کر اُجلی اُجلی لگ رہی تھی اور اس میں بھینی بھینی خوشبو بھی اُٹھ رہی تھی۔
"اب جاؤ ننھے ساتھی ...... اور اپنی ماں کے لئے دعائیں کرنا نماز پڑھنا ...... اچھے کام کرنا کیونکہ اچھے لوگ ہی خدا کے قریب ہوتے ہیں" یہ کہہ کر بزرگ غائب ہو گئے۔ شہزاد اٹھا تو وہ اداس نہیں تھا ماں نے اسے معاف کر دیا تھا اب بھی جب کبھی اس کی قمیض میلی ہوتی ہے تو وہ چاچا سے چھپ کر ماں کی قبر پر آ جاتا ہے اور اس کی ماں جنت کے پانی سے اس کی قمیض کو دھو ڈالتی ہے ...... "

علم کا گیت

نفیس فریدی

روز اسکول جا رہے ہیں ہم
دولت علم پا رہے ہیں ہم

علم ذہنوں کو جگمگاتا ہے
علم انسانیت سکھاتا ہے
زندگی پر نکھار لاتا ہے!
خود کو انساں بنا رہے ہم
روز اسکول جا رہے ہم
دولت علم پا رہے ہم

علم سے ہم نے خود کو پہچانا
فرض ہے سب پہ علم کا پانا
مقصد زندگی ہے کیا جانا
فرض اپنا نبھا رہے ہم
روز اسکول جا رہے ہم
دولت علم پا رہے ہم

علم بخشے گا جب ہمیں عزت
ہم وطن کو بنائیں گے جنت
جب نصیب ہوگی ہر قدم شہرت
ابھی خود کو بنا رہے ہیں ہم
روز اسکول جا رہے ہیں ہم
دولت علم پا رہے ہم

علم سے ہم نے رب کو پہچانا
ہم کو آتا ہے علم اپنانا
اور مذہب کو علم سے جانا
علم کے گیت گا رہے ہیں ہم
روز اسکول جا رہے ہیں ہم
دولت علم پا رہے ہیں ہم

پاکیزہ، صحت بخش، لذیذ
احمد کے کھانے سب کو عزیز
آپ سفر میں ہوں، ملک سے باہر ہوں یا
گھر میں اچانک مہمان آجائیں
احمد کے پکے پکائے کھانوں کے
ڈبوں کو صرف دس منٹ
گرم پانی میں رکھیں یا کھول کر گرم
کرلیں۔ لیجئے کھانا تیار
لذّت بھی۔ کفایت بھی
احمد کے پکے پکائے
کھانے
نہاری۔ حلیم۔ بریانی۔ کوفتے
جدید ترین آٹومیٹک پلانٹ پر تیار کردہ
ہردم تازہ، سیل بند ڈبوں میں
دُنیا میں ہر جگہ دستیاب
احمد
ہمیں فخر ہے کہ ہماری مصنوعات
نے ساری دنیا میں پاکستانی ذائقوں
کو متعارف کرایا۔
MASS

مُحمّد تنویر شعیب

بَدنصِیب آبدوز

پہلی جنگ عظیم کے دوران جرمنی نے اتحادی جہازوں کو غرق کرنے کے لئے آبدوزوں کا استعمال بڑی شدّت سے کیا۔ ان ہی آبدوزوں میں ایک "یو۔ بی۔ ۶۵" تھی۔ یہ اسی کی لرزہ خیز کہانی ہے۔

یو۔ بی۔ ۶۵ پر جرمنوں کو بڑا ناز تھا لیکن یہ آبدوز پہلے دن سے ہی بڑی بدنصیب ثابت ہوئی۔ اور اس کی یہ بدبختی اس زمانے سے ہی شروع ہوگئی جب وہ مکمل کی جا رہی تھی۔ "۱۹۱۶" میں جب کارخانے میں اُس کو تیار کیا جا رہا تھا، تو ایک کرین سے لوہے کی ایک موٹی چادر، کام کرنے والوں پر گر پڑی۔ اور وہ اسی وقت ہلاک ہوگئے۔ یہ انسانی خون کی پہلی بھینٹ تھی جو یو۔ بی ۶۵ نے لی تھی اور...... اس کے بعد اس کی بدنصیبی کی کہانی آگے بڑھتی گئی۔

یو۔ بی۔ ۶۵ سمندر میں اتارے جانے کے

لئے بالکل تیار تھی کہ ایک دن اس کے انجن روم میں اچانک زہریلی گیس بھر گئی اور تین آدمی جو اس کمرے میں موجود تھے۔ اسی وقت مر گئے۔ ان واقعات کے نتیجے میں جرمن بحریہ کے لوگ اس کو منحوس کہنے لگے اور اس پر سوار ہوتے ہوئے ڈرنے لگے۔

یو بی ۶۵ کو جب سب سے پہلے سمندر میں امتحاناً اتارا گیا۔ چند میل سمندر میں جانے کے بعد آبدوز کے کپتان نے ایک تجربہ کار ملاح کو حکم دیا کہ وہ اس کی بیرونی سطح کا معائنہ کرنے جائے۔ کپتان نے اس ملاح کو عرشے پر چلتے دیکھا اور پھر یہ دیکھا کہ وہ ملاح عرشے پر ہی سے غائب ہو گیا۔ شاید سمندر کی کسی اونچی لہر نے اس کو نگل لیا تھا، یوں آبدوز کا عملہ اس حادثے کی وجہ سے مزید خوفزدہ ہو گیا۔ کپتان نے عملے کا خوف دور کرنے کے لئے اس کو سمندر کی گہرائی میں اتار دیا۔ کپتان یہ چاہتا تھا کہ آبدوز صرف تیس فٹ تک گہرائی میں جائے گی لیکن وہ گہرائی میں اترتی چلی گئی۔ اور سمندر کی تہہ تک پہنچ گئی۔

اس واقعے نے عملے کو اور بھی زیادہ پریشان کر دیا۔ لیکن بارہ گھنٹوں کی جدوجہد کے بعد اس کو دوبارہ سطح سمندر پر لایا گیا۔ پھر کپتان اس کو جرمنی کی ایک جنگی بندرگاہ پر لے گیا۔ تاکہ اس کی مرمت کرائی جا سکے۔ مرمت کے بعد اس پر تارپیڈو اور دوسرا سامان جنگ لادا گیا۔ تاکہ اتحادی بحری جہازوں کو غرق کیا جا سکے۔ لیکن ابھی تارپیڈو لادے جا رہے تھے۔ کہ ایک تارپیڈو پھٹ گیا اور ایک افسر پانچ ملاحوں کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔ مرنے والے افسر کا نام "فریڈرک" تھا۔

اس حادثے کے بعد یو۔بی۔۶۵ کی دوبارہ مرمت کرائی گئی۔ لیکن ابھی وہ پوری طرح سفر کے قابل نہیں ہوئی تھی کہ ایک آدمی کو چند افسروں نے عرشے پر ٹہلتا دیکھ لیا۔ اور یہ دیکھ کر ان کے حلق سے چیخیں نکل گئیں کہ یہ آدمی فریڈرک تھا جو ابھی چند روز قبل تارپیڈو پھٹنے کے نتیجے میں مر گیا تھا۔

پندرہ دن بعد یو۔بی۔۶۵ کو سمندر میں اتارا گیا۔ لیکن دو افسر جنہوں نے عرشے پر فریڈرک کے بھوت کو دیکھا تھا۔ اس میں سوار نہیں ہوئے اور فرار ہو گئے۔ اسکے بعد کسی نے ان دونوں افسروں کو نہیں دیکھا۔

چند دن بعد یہ آبدوز دوبارہ انگلستان کے ساحل پر ابھری اور جیسے ہی آبدوز کا عملہ عرشے پر ٹہلنے کے لئے آیا انہوں نے پھر فریڈرک کے بھوت کو عرشے کے ایک کونے پر کھڑے ہوئے دیکھ لیا، اب کی بار وہ اپنے دونوں ہاتھ باندھے ہوئے بالکل بت کی طرح کھڑا تھا سمندر کی طوفانی موجیں اس کے بدن سے ٹکرا رہی تھیں اور وہ ذرا بھی جنبش نہیں کر رہا تھا، ایک افسر نے بہت دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو آواز دی۔

"فریڈرک ..... فریڈرک ..... لیکن فریڈرک

نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ وہ دوسرے ہی لمحے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

یہ حادثہ اتنا ہولناک تھا کہ کمانڈر نے فوراً حکم دیا "آبدوز کو گہرے سمندر میں لے جاؤ"۔ لیکن ملاح اور دوسرے لوگ بری طرح خوف زدہ ہوچکے تھے۔

چند دن بعد جب کمانڈر جرمنی واپس گیا تو وہ گھر بھی پہنچنے نہ پایا تھا کہ راستے میں ہی پراسرار طور پر ہلاک ہوگیا۔ اس کمانڈر کی موت کے بعد یکے بعد دیگرے دو کمانڈر بھیجے گئے۔ لیکن وہ دونوں بھی حادثات کا شکار ہوگئے۔ ان دونوں نے بھی فریڈرک کا بھوت دیکھ لیا تھا۔

تعجب کی بات تو یہ تھی کہ جب آبدوز گہرے سمندر میں جاتی تو بھوت غائب رہتا لیکن جب آبدوز سطح سمندر پر آتی تو بھوت عرشے پر آجاتا۔ ایک دن یو۔ بی۔ ۶۵ کھلے سمندر میں گشت کررہی تھی کہ ایک توپچی نے فریڈرک کے بھوت کو دیکھ لیا وہ پاگل ہوکر بھوت پر گولے برسانے لگا۔ لیکن بھوت اپنی جگہ کھڑا رہا اور توپچی نے خوف کے مارے دوسرے ہی لمحے سمندر میں چھلانگ لگادی اور ڈوب کر مرگیا۔

اس حادثے کے بعد آبدوز میں خودبخود سوراخ ہوگیا۔ اور سمندر کا پانی آبدوز میں داخل ہونے لگا۔ عملہ بدحواس ہوگیا، بدحواس عملے نے یہ بھی دیکھا کہ فریڈرک کے بھوت اپنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے اور مسلسل مسکرارہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر کئی آدمی بے ہوش ہوگئے اور دو فوجیوں نے خودکشی کرلی۔

مرمت کے لئے آبدوز دوبارہ جرمنی لے جائی گئی۔ اور اس بار آبدوز پر وہ عملہ سوار کیا گیا جو بھوتوں کی داستان سے بالکل بے خبر تھا۔

اس کے بعد آبدوز روانہ ہوگئی روانگی کے بعد پھر کسی کو نہیں معلوم کہ آب دوز کہاں گئی۔ جرمن بحریہ آبدوز کو تلاش کرتی رہی اسی دوران ۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء کو ایک امریکی جہاز کا کپتان دوربین کے ذریعے سمندر کا جائزہ لے رہا تھا تو اس کو بہت دور ایک آبدوز نظر آئی۔ جس کا عرشہ سنسان پڑا تھا اور ایک آدمی ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ امریکی کپتان نے چاہا کہ وہ اس کو تباہ کردے مگر وہ ایک دم ہی نظروں سے اوجھل ہوگئی اور پھر ۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء کے بعد اس کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔

نیوٹن کی مٹکی

آئزک نیوٹن کی امی جان کہتی تھیں کہ جب وہ پیدا ہوا تھا تو اس قدر چھوٹا سا تھا کہ ایک چھوٹی سی مٹکی میں باآسانی سما جاتا تھا اور اس کے زندہ بچنے کی اُمید بھی نہیں تھی۔ لیکن کس کو معلوم تھا کہ نیوٹن بڑا ہوکر دنیا کا ایک عظیم سائنس دان بنے گا۔

آپ کی پسندیدہ اور مقبول ترین
بِلّی مارکہ
میٹرو مِلن
اگربتّی

بھینی بھینی
اور مسحور کُن خوشبو والی
بلّی مارکہ
میٹرو مِلن اگربتّی
سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں
ٹیئر اسٹریپ کے ساتھ
تمام ممتاز ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

تیار کردہ:
میٹرو اگربتّی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۴۸۸ کراچی
فون: ۲۹۲۷۳۷ - ۲۹۰۸۷۷ - ٹیلیکس، ۲۳۴۳۴ میٹرو پی کے

نعیم بتاؤ، ستارے اور سیارے میں کیا فرق ہے؟
سائنس
سورج
زمین
جناب، ستارے میں نقطے اُوپر ہوتے ہیں اور سیارے میں نیچے......!!

کیا اب بھی تمہارے قبیلے میں آدم خور ہیں......؟
نہیں! کل ہی ہم نے آخری آدم خور کو بھون کر کھالیا ہے......!!

دودھ اور مکھن کا
شیریں احساس

رائل بٹر ٹافی
رائل چاکلیٹ ٹافی

رائل کنفیکشنری انڈسٹریز 22/24 - سی - ایس - آئی - ای - گوجرانوالہ

آخری قسط

فاطمہ ثریّا بجیا

حارو، شارو اور مانی

ملک شام میں ایک دولتمند بزرگ سالم کے دو بیٹے تھے ایک کا نام حارث تھا جسے وہ پیار سے حارو کہتے اور دوسرے بیٹے کا نام شارق جسے وہ پیار سے شارو کہتے تھے۔ مانی ان کی بیٹی تو نہیں تھی۔ لیکن انہوں نے اسے بیٹی کی طرح پالا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بوڑھا سالم دراصل پرانے بادشاہوں کا کوئی اہم آدمی ہے لیکن سالم شہر سے دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں عام آدمیوں کی طرح زندگی گزارتا تھا حارو شارو نہایت کاہل اور سست تھے جب کہ مانی بہت خوبصورت اور محنتی لڑکی تھی سب لوگ اسے پسند کرتے حارو شارو سست اور کاہل ہونے کے ساتھ ساتھ لالچی اور مغرور بھی تھے۔ وہ اپنے ملازموں پر بہت ظلم کرتے ان کے خراب دوستوں نے انہیں بہت بہکا یا گھر کے اندر ایک تہہ خانہ تھا جس کے باہر بارہ تگڑے تگڑے چوکیدار تھے۔ سالم کبھی اکیلا تہہ خانے میں جاتا تھا لیکن اب وہ بوڑھا اور بیمار ہو گیا تھا اس لئے اس کے ساتھ مانی ہوتی تھی۔ لیکن اس نے کبھی حارو اور شارو کو وہ تہہ خانہ نہیں دکھایا ایک دن سالم نے حارو شارو کو اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ وہ بہت بیمار ہو گیا ہے۔ دونوں نے کہا اللہ آپ کو صحت دے۔ حالانکہ حارو شارو دل سے تو یہ چاہتے تھے کہ وہ مر جائے۔ سالم نے کہا ہاں ایسا ہو سکتا ہے مجھے دوبارہ صحت مل سکتی ہے اگر تم لوگ پچیس ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے دریائے زرد کے ساتھ سیاہ پہاڑوں کا جو سلسلہ ہے اور جو دریا کے کنارے کنارے اونچا ہوتا چلا جاتا ہے یہاں ابھی تک کوئی ایسی آبادی نہیں ہے جہاں انسان بستے ہوں یہ جنوں پریوں

دیوؤں اور بھوتوں کی دنیا ہے۔ سیاہ پہاڑوں کے اندر ایک خوبصورت وادی ہے وہاں ایک ایسا چشمہ ہے جہاں سورج طلوع ہونے سے پانی گرتا ہے اور سورج نکلنے کے بعد یہ چشمہ بند ہو جاتا ہے۔ اگر اس پانی کو کوئی پی لے تو اس کی عمر میں سو سو برس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ سالم نے کہا کہ تم دونوں میں سے جو اس چشمے کا پانی لائے گا اُسے میں یہ جواہرات سے بھری انگوٹھی دوں گا یہ انگوٹھی شام کی بادشاہت کی نشانی ہے جو شخص اس کو پالے گا وہ شام کا بادشاہ بن جائے گا۔ حارو شارو میں اس بات پر جھگڑا ہونا شروع ہو گیا سالم نے بڑی مشکل سے انہیں چھڑایا اور شارو سے کہا کہ حارو کو جانے دو اور تم یہاں رہ کر میری خدمت کرو اور میری ساری جاگیر کی حفاظت کرو۔ حارو اس مہم پر نکل گیا لیکن اس کی نیت ٹھیک نہ تھی۔ ادھر شارو کے دل میں بھی فتور تھا۔ حارو نے اپنے ساتھ اپنے بڑے دوستوں کو بھی لے لیا جبکہ سالم نے اسے اشرفیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ تم اپنے راستے میں ملنے والوں کی مدد ضرور کرنا۔ لوگوں نے راستے بھر حارو کی مدد کی اور سالم کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کی قدر کی لیکن ایک رات خوفناک جنگل میں حارو کے خراب دوست اس کی ساری اشرفیاں لے کر فرار ہو گئے حارو دریائے زرد کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ جنگل کا راستہ بھول چکا تھا یہ جنگل خوفناک کھولتی دلدل سے بھرا تھا حارو جنگل سے نکلنا چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دو منہ والا ایک خوفناک اژدھا اس کی طرف بڑھ رہا ہے!

حارو اژدھے کو دیکھ کر چیخنے لگا کہ خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔ اچانک ایک بہت گرج دار آواز آئی کہ حارو کو مت مارنا اسے ایک بہت اچھے انسان نے بیٹا بنایا ہے اژدھا یہ سن کر واپس چلا گیا اسے سخت پیاس لگی تھی کہ اچانک پھر وہی آواز آئی کہ اسے پیاسا نہ مرنے دینا کہ اس نے ایک دفعہ بیمار سالم کو پانی پلایا تھا پھر حارو کو ایک چھوٹی سی نہر میں ایک کشتی پڑی ہوئی ملی حارو اس میں سوار ہو گیا کشتی حارو کو جنگل سے باہر لے آئی اب سامنے سیاہ پہاڑوں کا سلسلہ تھا ایک کنارے پر حارو کشتی سے اترا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا بڑی مشکل سے چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا ہے حارو اس کا بڑھاپا دیکھ کر ہنسا بوڑھے نے حارو سے کہا بیٹے مجھے دریا پار کرا دو حارو نے بوڑھے کو جھڑک دیا پھر بوڑھے نے حارو سے پیسے مانگے تو حارو نے اس بار بھی بوڑھے سے بدکلامی کی اس پر بوڑھے نے کہا کہ کیا سالم نے تمہیں کسی انسان کی مدد کرنے کے لئے پیسے نہیں دیئے تھے حارو نے سوچا اس کو کیسے پتہ کہ ابا نے مجھے اشرفیاں دی تھیں پھر اس نے کہا کہ میرے باپ کی دی ہوئی اشرفیاں تھیں میں نے خرچ کر دیں بوڑھا یہ سن کر مسکرایا اور اس نے اپنی لاٹھی دریا میں پھینک دی جو ایک خوبصورت کشتی میں تبدیل ہو گئی حارو نے اس میں جانا چاہا لیکن بوڑھا بہت تیز دریا پار کر کے سیاہ پہاڑ تک پہنچ گیا حارو نے پھر ایک بیٹی جیسی آواز سنی یک بونا چلا رہا تھا کہ مجھے بچاؤ وہ دریا میں ڈوب رہا تھا حارو اس کو دیکھ کر ہنسا اور اس سے کہا کہ تمہارا ڈوب جانا ہی بہتر ہے حارو نے اس کو اٹھا کر دریا کے بیچوں بیچ پھینک دیا لیکن حارو کو ایسا لگا کہ اس کی ٹانگیں بھاری ہو رہی ہوں حارو آدھا پتھر کا ہو چکا تھا

بونے نے حارو سے کہا کہ تم مجھے بچا لیتے تو خدا تم کو بچا لیتا۔ سالم نے تمہیں اچھا انسان بنانا چاہا لیکن تم چونکہ ایک بُرے انسان کی اولاد تھے اس لئے اچھے نہ بن سکے تمہارا باپ شام کا بادشاہ تھا بہت خراب آدمی تھا۔ حارو کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ وہ سالم کا بیٹا نہیں ہے ادھر شارو سالم کی خوشامد اور خدمت کرتا رہا لیکن تھوڑے ہی دنوں میں وہ اس سے تنگ آ گیا اس کے دوستوں نے اسے بہکایا کہ تم تو بے وقوف ہو انگوٹھی چرا کر شام کے بادشاہ بن جاؤ لیکن جب شارو کو یہ معلوم ہوا کہ شام کا بادشاہ صرف وہ شخص بن سکتا ہے جس کی اچھائی کی گواہی سالم دے گا تو وہ بہت افسردہ ہوا وہ زبردستی سالم کے لئے چشمہ شفا سے پانی لینے کے لئے نکل کھڑا ہوا سالم نے اس سے کہا تھا اگر وہ ناکام ہوا تو سالم پھر مانی کو چشمہ شفا سے پانی لینے بھیجے گا۔ شارو یہ سن کر جل ہی تو گیا تھا ——— غصے میں وہ دریائے زرد کا نقشہ لینا بھی بھول گیا شارو کا قافلہ راستہ بھٹک گیا تھا اور شارو کی ساری دولت ختم ہو گئی تھی اس کے ساتھیوں نے لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا تھا اور دیہاتیوں نے تنگ آ کر شارو کے ساتھیوں کو مار ڈالا اور اس کو غلام بنا لیا۔

اب آگے پڑھیئے۔

بچو! دیکھا آپ نے حارو کو کیسی بُری اور بڑی سزا ملی ... اب یہ دیکھیں بیچارے سالم اور مانی پر کیا گزری ہے۔ حارو شارو دونوں کو چشمۂ شفا کی تلاش میں گئے ہوئے پورا سال گزر گیا۔ سالم سمجھ چکا تھا کہ ان دونوں کو غریبوں کو ستانے اور بوڑھوں کی عزت نہ کرنے کی سزا مل چکی ہے۔ لیکن سالم ایک اچھا انسان تھا۔ اچھے انسان تو بُرے انسانوں کی بھی بھلائی چاہتے ہیں۔ پھر سالم نے تو حارو شارو کو بڑے پیار سے پالا تھا۔ وہ رات دن حارو اور شارو کی قسمت پر افسوس کرتا تھا۔ ایک دن وہ تہ خانے کے اندر گیا مگر بجو اکیلا۔ وہ تو ہمیشہ مانی کو ساتھ لیکر اندر جاتا تھا۔ مانی پریشان ہو گئی۔ سالم کی طبیعت بہت خراب تھی۔ مانی کا سہارا لیکر تو وہ تہہ خانے کے اندر اترتا تھا۔ سالم کو اندر گئے ہوئے بہت دیر بھی ہو گئی تھی۔ جب مانی انتظار کرتے کرتے تھک گئی تو اس نے سالم کو آواز دی۔

مانی۔ سالم بابا طبیعت تو اچھی ہے ؟

تہہ خانے کے اندر سرخ رنگ کی روشنی ہو رہی تھی اور ایک بڑی گرجدار آواز سنائی دی یہ جنوں کے بادشاہ طاطاکیل کی آواز تھی۔

" سالم عورت اور مرد ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بادشاہ کے بیٹے ہونے اور غلام کی بیٹی ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مانی چشمۂ شفا کی تلاش میں ضرور جائیگی۔ "

مانی ڈر گئی . . . اسے نہ تو بادشاہت کا شوق تھا نہ ہیرے موتی کی آرزو وہ سالم بابا کو اکیلا چھوڑنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ مانی رونے لگی اسے یہ سوچ کر دُکھ ہو رہا تھا کہ اگر وہ سالم کو اکیلا چھوڑ کر چلی گئی تو سالم کی خدمت کون کرے گا . . . سالم تہہ خانے سے باہر آیا تو وہ بھی بہت پریشان تھا . . . مانی کو دیکھا تو مانی کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھ کر رونے لگا اور کہنے لگا۔

مانی یہ بادشاہوں کی باتیں بادشاہ ہی سمجھ سکتے ہیں شاہ طاطاکیل تم ہی کو سلطنتِ شام کی ملکہ بنانا چاہتے ہیں جبکہ میں چاہتا ہوں کہ میری بیٹی میری نظروں کے سامنے رہے۔

مانی نے جواب دیا۔ بابا اگر آپ سمجھتے ہیں کہ شاہ طاطاکیل کا حکم آپ کو ماننا ہی پڑیگا تو آپ مجھے جانے دیجئے۔ جارو اور شارو بھائی کے بغیر تو اب میرا جی زندہ رہنے کو چاہتا بھی نہیں ہے۔

" تمہیں اتنی محبت ہے مانی دونوں سے ؟ "

سالم نے حیران ہو کر پوچھا۔

" ہاں بابا وہ اگر مجھے اپنی بہن نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں مگر میں نے تو دونوں کو ہمیشہ اپنا بھائی سمجھا ہے۔ آپ مجھے دُعا دیں اور سفر پر روانہ ہونے کی اجازت دیجئے۔ سالم اور زیادہ رونے لگا کہنے لگا مانی اب تو نہ میرے پاس تجھے دینے کے لئے شاہ طاطاکیل کا کوئی تحفہ ہے نہ چشمۂ شفا تک پہنچنے کا نقشہ۔

مانی نے کہا آپ کی دُعائیں اور پر بھروسہ میرے لئے کافی ہے مجھے صرف اتنا بتا دیجئے کہ دنیا کی چار سمتیں ہیں، مشرق، مغرب، جنوب، شمال میں کس سمت میں سفر کروں۔

سالم نے بتایا مغرب کی طرف . . . . .

مانی سالم کے آرام کھانے پینے سب کا بندوبست کرکے صرف تھوڑی سی اشرفیاں اور سالم کے ایک وفادار ملازم نجم الدین کو ساتھ لیکر سفر پر روانہ ہو گئی۔۔

راستے میں کوئی بوڑھا دکھائی دیتا تو مانی اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر گھر تک پہنچا دیتی، کوئی بھوکا دکھائی دیتا تو اسے کھانا کھلا دیتی۔ جس شہر سے گزرتی لوگ پوچھتے کہ بیٹی تم کون ہو کہاں سے آئی ہو تو مانی

جواب دیتی ۔۔

میں آپ سب کی اور اپنے بابا سالم کی بیٹی ہوں اپنے بھائیوں اور چشمۂ شفا کی تلاش میں نکلی ہوں تاکہ میرے بوڑھے بابا کو صحت مل جائے ۔۔۔۔۔

لوگ اسے دعائیں دیتے خاطریں کرتے مگر مانی خدمت کے لئے تو خود تیار رہتی تھی۔ ہوتے ہوتے شام کی سرحد پر پہنچے سپاہیوں نے مانی سے اتا پتہ پوچھا تو مانی نے کہا۔

اپنے بادشاہ سے بہت ادب کے ساتھ میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہدینا کہ میں شاہ طاطاکیل کے حکم کی وجہ سے چشمۂ شفا تک جارہی ہوں میرے حق میں دعا کرتے رہیں۔

شام کے بادشاہ نے جب مانی کا یہ پیغام سنا تو ایک بہت بڑا جلوس لےکر اس کے استقبال کے لئے سرحد پر پہنچا اور بہت سی کنیزوں کے ساتھ بہت قیمتی خوبصورت کپڑے زیورات، کھانے پینے کا سامان مانی کے پاس بھیجا۔

مانی نے بہت سارے شکریے ادا کرکے یہ کہہ کر واپس کردیا کہ بادشاہ سلامت میں تو ایک مسافر ہوں مسافر اتنا قیمتی سامان لیکر سفر نہیں کرتا زندہ اور کامیاب واپس لوٹی تو آپ کا تحفہ ضرور قبول کرلوں گی۔

مانی کا جواب لےکر سوار ابھی بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہونے ہی والے تھے۔ کہ شہزادہ گھوڑے پر سوار ہوکر آیا۔ یہ بڑا حسین بڑا بہادر بہت پڑھا لکھا شہزادہ تھا اس کے ہاتھ میں ایک ریشم کی تھیلی تھی شہزادہ گھوڑے سے نیچے اترا اور مانی کے پاس آکر بہت ادب سے وہ تھیلی پیش کی اور بولا۔

مانی اس تھیلی میں ایک آئینہ ہے اگر سفر میں کہیں آپ راستہ بھول جائیں تو اس آئینے کو دیکھ لیجئے اس میں راستے کا نشان دکھائی دیگا نشان کی طرف سفر شروع کردیجئے اور میرے بابا جو شام کے شہنشاہ ہیں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ سفر کروں گا۔

مانی خوش ہوئی کم از کم کوئی سمجھدار بہادر آدمی تو اس کے ساتھ ہوگا وہ شہزادے کو ساتھ لےکر چلنے پر راضی ہو گئی اور یہ چھوٹا سا قافلہ چشمۂ شفا اور بھائیوں کی تلاش میں چل پڑا۔ ہوتے ہوتے قافلہ اس شہر میں پہنچا جہاں حارو غلامی کررہا تھا۔ آج اس شہر میں چوروں، ڈاکوؤں قاتلوں کی سزا کا دن تھا۔ شہر کے سارے لوگ ہاتھوں میں پتھر اٹھائے کسی ایک خاص سمت میں تیز تیز جارہے تھے جب ایک سے پوچھا گیا کہ بھئی ماجرا کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ ہمارے شہر میں کبھی کوئی چور تھا نہ ڈاکو ایک قافلہ آیا تھا۔ جو چور ڈاکو بن کر ہمیں لوٹتا تھا ہمارے مویشی مارتا آج ان کی سزا کا آخری دن ہے آج ہم اتنے پتھر برسائیں

گے کر وہ مرجائیں گے۔

مانی نے نظر اٹھاکر سامنے دیکھا تو حارو اوراس کے دو دوست رسیوں میں بندھے کھڑے تھے اور بھر مانے کا حکم دیا ہی جانے والا تھا۔ مانی تڑپ گئی یہ تو اس کا بھائی حارو تھا۔ شہر کے سردار کے پاس گئی اور بولی . . .

اگر میں آپ کے نقصان کی قیمت ادا کردوں تو کیا آپ میرے بھائی کی جان بخش دیں گے؟۔

سردار حیران ہو گیا اور پوچھنے لگا اے اچھی لڑکی تیرا بھائی کون ہے ؟

مانی نے حارو کی طرف اشارہ کیا

سردار کا منہ غصّہ سے لال ہوگیا۔

یہ ظالم اور کمینہ شخص تیرا بھائی ہے یہ تو خود کو شہزادہ کہتا تھا اور ڈاکوؤں کا سردار بنا ہوا تھا۔

مانی نے کہا انسان غلطی تو کرتا ہے مگر وہ انسان بہت اچھے انسان ہوتے ہیں جو انسانوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں۔ اگر آج آپ میرے بھائی کو معاف کر دیں گے تو یقین مانیے میں اپنا کام ختم کر کے سب سے پہلے بہت سارا روپیہ پیسہ آپ کو دلوادونگی۔

حارو سب کچھ دیکھ بھی رہا تھا اور سن بھی رہا تھا اسے یقین نہیں آیا کہ مانی جس سے وہ ہمیشہ نفرت کرتا رہا ہے یہ کرسکتی ہے۔ شہر کے لوگوں نے مانی کی بات مان لی۔

لیکن ایک شرط پر کہ جب تک مانی رقم ادا نہیں کردیگی حارو ان کا قیدی رہے گا۔ حارو کی زندگی بچاکر مانی اپنے سفر کی آخری منزل پر روانہ ہوگئی۔ قافلہ جب بھی ویرانوں سے گزرتا مانی آئینہ کھول کر راستے کا نشان دیکھتی ہوئی آگے بڑھ جاتی تھی۔ دو مہینے کا سفر طے کر کے مانی کا قافلہ دریائے زرد کے جنگل میں پہنچ گیا . . . سب اپنے اپنے خیموں میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے اسی وقت بونے میاں کی آواز سنائی دی۔ رات کے سناٹے میں یہ آواز عجیب سی لگ رہی تھی۔

بونا کہہ رہا تھا۔

مانی کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں مانی مجھے بچالو . . . .

مانی باہر نکلی کہیں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شہزادہ بھی بونے کی آواز سن کر باہر آچکا تھا۔

مانی اِدھر دیکھو۔

بونے کی آواز پھر سنائی دی شہزادے کے ہاتھ میں مشعل تھی بونا دریا کی لہروں پر ایک پتے میں بیٹھا ڈول رہا تھا۔ گہرا دریا تیز موجیں اندھیرا

شہزادے نے کہا

میں بچاتا ہوں بونے کو

بونا چلایا۔ نہیں شہزادے یہ کام صرف مانی کا ہے۔

شہزادے نے خوفزدہ ہوکر لہروں کو پھر مانی کو دیکھا۔ مانی نے پانی میں چھلانگ لگادی اور دیکھتے ہی دیکھتے بونے کے پتے کو ہاتھوں پر اٹھالیا۔

مانی میرے ماتھے کو چوم لو۔۔۔۔۔

مانی نے کہا

بونے بھائی تمہارا ماتھا بہت چھوٹا ہے کہو تو ہاتھ چوم لوں

مانی نے بونے کو جواب دیا۔ بونے نے اپنا ننھا سا ہاتھ بڑھادیا جیسے ہی مانی نے بونے کے ہاتھ کو چوما اندھیری رات میں دو چمکتے ہوئے پَر بڑھنا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بونا پرستان کا شہزادہ بن کر مانی کا ہاتھ تھامے ہوئے دریائے زرد سے باہر آگیا۔ جنگل میں روشنی ہوگئی سارے سیاہ پہاڑ چاندی کے پہاڑوں کی طرح چمکنے لگے۔ دریائے زرد کے کنارے انسانوں کے پتھر بدن انسان بننے لگے۔ خوشی کے مارے لوگوں کے شور اور باجوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ مانی اور شہزادہ حیران ہوکر یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اچانک سامنے سے جنوں کا شہنشاہ طاطاکیل آتا دکھائی دیا یہ ایک بہت لمبے قد کے خوبصورت بزرگ انسان تھے۔ جنہوں نے سفید ریشم کی لمبی سی عبا پہن رکھی تھی۔ ان کے سر پر ہیروں کی طرح جگمگاتا تاج تھا ان کے ہاتھ میں ایک صراحی تھی جس میں چشمۂ شفا کا پانی تھا انہوں نے صراحی مانی کے ہاتھ میں دے دی اور بولے۔

مانی بونا پرستان کا شہزادہ ہے جسے ایک جادوگرنی نے بونا بنادیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو بھی تجھے دیکھے حقارت سے دیکھے گا تیرا مذاق اڑائے گا اور تو یونہی چھوٹا سا بونا رہ جائے گا ہاں اگر کسی انسان نے تجھ سے محبت کی تجھے پیار کیا اور تجھے حقیر نہ سمجھا تو پھر شہزادہ بن جائے گا۔ پرستان کا بادشاہ جو میرا دوست ہے دریائے زرد اور جنگل اسی کی سلطنت ہے چشمۂ شفا اسی کے جنگل میں بہتا ہے اس نے تحفے کے طور پر آپ کے لئے چشمے کا پانی بھجوایا ہے۔ اب آپ کے والد کو شفا ہو جائے گی۔

جس وقت طاطاکیل مانی سے باتیں کر رہا تھا مانی کا بھائی شارو ہاتھ جوڑے ہوئے مانی کے قریب کھڑا تھا۔ مانی نے بھائی کو دیکھا تو بے اختیار ہوکر شارو سے لپٹ گئی۔ شاہ طاطاکیل نے بہت سے تحفے دے کر مانی شارو اور شہزادے کو رخصت کیا اور چلتے وقت یہ کہا۔

جولوگ دوسرے انسانوں سے محبت کرتے ہیں ان کی مشکلیں خودبخود آسان ہوجاتی ہیں۔ مانی کے ساتھ یہی ہوا ہے۔ مانی نے واپسی میں حارو کو بھی آزاد کرا یا اور ہنسی خوشی سالم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سالم بہت بیمار تھا۔ چشمۂ شفا کا پانی پیتے ہی اس کی ساری بیماری دور ہوگئی جب سالم کو صحت ہوگئی تو شام کا بادشاہ ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ سالم کے شہر آیا۔

سالم نے انگوٹھی مانی کو پہنائی اور شام کی بادشاہی مانی کو مل گئی۔ شہزادے کے ساتھ دھوم دھام سے مانی کی شادی کردی۔ حارو شارو زندگی بھر اپنی غلطیوں پر پچھتاتے رہے۔

جہاں قالین وہیں صفائی

سنووھائٹ
ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

هیڈ آفس:
عبداللہ ہارون روڈ فون: ۵۱۱۷۱۱

شاخیں:

○ بہادر آباد فون: ۴۱۳۶۹۵
○ جمشید روڈ " ۴۱۱۳۰۲
○ کھارادر " ۲۲۵۸۰۳
○ گارڈن روڈ " ۷۲۲۴۳۳
○ برنس روڈ " ۲۱۳۳۲۶
○ ڈیفنس فیز V فون: ۵۲۶۵۳۹
○ امیر خسرو روڈ " ۴۱۳۶۹۵
○ راشد منہاس روڈ " ۴۱۱۳۰۲
○ حسن اسکوائر " ۵۲۶۵۳۹

سنووھائٹ
ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

هیڈ آفس: عبداللہ ہارون روڈ، کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۳۹
زونل آفس: صدر بازار۔ راولپنڈی فون ۶۶۹۸۸ ۶۳۲۵۰

Breathtaking quality
Cool comfort for years and years to come. Trouble-free performance. Reliable machine. Covered by warranty
ROYAL FANS
Rafiq Engineering Industries (Private) Ltd.
Rafiqabad G.T. Road P.O. Box : 9 Gujrat
Phones : 3011-3004-3787-4301

ORIENT

قسط نمبر ۸

رومی بھیس بدلتا ہے

عظیم سی ور

ریل کا سفر

رومی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا۔ ایک شخص نے ایک کار سے اتر کر تیزی سے ایک رومال اس کی ناک پر رکھا۔ رومی کا سر چکرانے لگا۔ اسے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے سجے سجائے کمرے میں لے جایا گیا۔ ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرو کہہ رہے تھے۔ رومی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ رومی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی تو پتہ چلا کہ موٹے گرو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور رومی کے بارے میں کہا کہ اسے بھی ختم کر دو کیونکہ اس نے ہم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ رومی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کلوروفارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس شیشی کو لے کر رومی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو رومی نے اسے بیہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اس نے رکشہ روکا اسے اپنے محلے کا پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن اس سے زیادہ تیزی سے رومی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔

رومی گھر پہنچا تو اس کی امی نے خوشی سے گلے لپٹا لیا۔ محلے کی عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ ابو رومی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے وہ رات دیر سے واپس لوٹے رومی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ رومی نے پورا قصہ بیان کیا پھر ان لوگوں نے اسی وقت سیٹھ رفیق کا نمبر ڈائرکٹری میں تلاش کر کے انہیں تفصیلات بتا کر کہا کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔ آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغوا کرنا چاہتا ہے۔ سیٹھ رفیق اپنی کار میں رومی کے گھر آئے۔ رومی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور رومی اور اس کے ابو کے ساتھ پولیس اسٹیشن اس واقعہ کی رپورٹ لکھانے چلے گئے۔ کیس کی اہمیت کے پیش نظر انسپکٹر صاحب کو بلایا گیا۔ رومی نے پورا واقعہ بیان کیا۔ سیٹھ رفیق کو بھی اس درمیان اپنے دشمن کا اندازہ ہو گیا۔ تین چار ماہ قبل ایک موٹا آدمی دو تین آدمیوں کے ساتھ ان سے اپنی اسمگلنگ کی گھڑیاں بیچنے آیا تھا۔ جسے آدمی قیمت پر بھی سیٹھ رفیق

نے لینے سے انکار کردیا تھا۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ اس گستاخی کا بدلہ لے گا۔ اسسٹنٹ انسپکٹر نے بھی فائل دیکھ کر یہی بتایا کہ وہ بہت بڑا اسمگلر ہے اور یہ محکمہ تو اس کی تلاش میں ہے۔ انسپکٹر صاحب اسی وقت ان سب کو ایک جیپ میں بٹھا کر اس بنگلے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ایک ٹرک پر پولیس ساتھ تھی۔ پولیس نے بنگلے کو گھیر لیا۔ انسپکٹر صاحب جب بنگلے کے اندر داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنگلہ خالی ہے۔ اسمگلر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان لوگوں نے بنگلے کے مالک چوہدری برکت علی کا پتہ چلا کر اس سے اس کے کرایہ دار کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ نئے کرایہ دار ہیں اور ان کے بارے میں اُسے کچھ پتہ نہیں۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ اسمگلر تھے اور اب بھاگ چکے ہیں تو چوہدری صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پولیس نے کافی بھاگ دوڑ کی مگر موٹے گرد کا کچھ پتہ نہ چلا۔ سیٹھ رفیق نے خوف سے اپنے بیٹے فرید کو گھر میں بند کر رکھا تھا۔ رومی بھی کافی احتیاط برتتا تھا۔ ایک دن رومی بازار میں جارہا تھا کہ اسے موٹے گرد کا ایک آدمی نظر آگیا۔ رومی نے اس کا تعاقب شروع کردیا۔ وہ شخص ہوٹل کے ایک کیبن میں جاکر بیٹھا تھا۔ رومی پہلے تو باہر کھڑا دیکھتا رہا پھر وہ ساتھ رومی کیبن میں جاکر بیٹھا دوسری طرف کی آواز سننے کے لئے بے چین تھا تھوڑی دیر میں ایک دوسرا آدمی اس شخص سے ملنے آیا، وہ کہہ رہا تھا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم اکبر کو اطلاع دو کہ وہ کل صبح گیارہ بجے گاندھی گارڈن میں ایک آدمی سے ملے اور وہ جو حکم دے اس پر عمل کرے اس آدمی کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ کالا رومال بائیں جانب کی پتلون کی جیب سے بار بار نکال کر اپنے چہرے پر پھیرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ گرد کا یہ حکم اُسے ایک آدمی کے توسط سے ملا ہے۔ اور یہ کہ گرد خود کسی کے سامنے نہیں آتا پہلا آدمی گرد کے ٹھاٹ باٹ پر بڑا رشک کر رہا تھا۔ دوسرے شخص نے اسے خرچ کے لئے روپے بھی نکال کر دیئے۔ اسی دوران رومی جلدی سے نکل کر باہر گیا تاکہ وہ اس کا چہرہ دیکھ سکے پہلے تو وہی آدمی نکلا جس کا وہ تعاقب کرتا ہوا آیا تھا۔ دوسرا لمبا تڑنگا شخص تھا۔ جس نے رومی کو ختم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ دونوں باہر نکل کر ایک دوسرے سے ہاتھ ملا کر علیحدہ ہوگئے۔ رومی نے سوچا کہ تعاقب کرنا فضول ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دینی چاہئے۔

پولیس انسپکٹر نے کہا مشکل تو یہ ہے کہ اس گروہ کے کسی آدمی کو پوری بات معلوم نہیں ہم اگر ان کے کسی آدمی کو گرفتار بھی کریں تو وہ ہمیں کوئی بات نہیں بتا سکتا۔ انسپکٹر نے کہا کہ مجھے مجرموں کے گرد کو پکڑنے کے لئے رومی کی مدد کی ضرورت ہے۔ رومی نے انسپکٹر سے کہا کہ وہ اس کام کے لئے بالکل تیار ہے۔ دوسرے دن صبح انسپکٹر نے رومی کو اس کا کام سمجھایا۔ رومی ایک پالش والے کے بھیس میں گاندھی گارڈن میں داخل ہوا۔ رومی پالش کروانے والوں کو کسی نہ کسی طرح ٹالتا رہا۔ اُس کو کالے رومال والا شخص نظر نہیں آیا تھا کہ اچانک اُس نے دیکھا کہ فوارے کے پاس ایک آدمی نے اپنی پتلون کی بائیں جیب سے کالا رومال نکالا اور چہرے پر پھیر کر پسینہ پونچھنے لگا۔ رومی کے دل کی کلی کھل گئی

وہ بڑی ہوشیاری سے اس آدمی کی حرکتیں دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ٹھگنا سا آدمی اس کی طرف بڑھا۔ رومی کو پتہ چل گیا کہ چھوٹے قد والا یہ آدمی اکبر ہے۔ رومی نے اپنی صندوقچی اٹھائی اور برش کو لہراتا ہوا بوٹ پالش کی آواز لگانے لگا اور ان دونوں آدمیوں کے پاس پہنچ کر پالش کرنے کے لئے کہنے لگا۔ آخر کار چھوٹے قد والا آدمی پالش کروانے پر تیار ہوگیا۔ رومی دونوں آدمیوں کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھ گیا کہ ان کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔

مونچھوں والے آدمی نے چھوٹے قد والے کو بتایا کہ کل تم کو ریل کا سفر کرنا ہے تم حیدرآباد کا ٹکٹ خرید کر کراچی ایکسپریس میں سوار ہو جاؤ گے راستے میں جس اسٹیشن پر بھی تم کو نیلی پگڑی والا آدمی کالے رومال سے چہرہ صاف کرتا ملے گا۔ تم وہیں اُتر جانا۔ پھر اُس نے اشارہ بتایا۔ اس آدمی کے پاس ایک صندوق ہوگا تم گاڑی سے اُتر کر اس آدمی کے ساتھ ہی پلیٹ فارم پر بیٹھ جانا پھر واپس کراچی آنے والی گاڑی میں اس کے ساتھ سوار ہو جانا اگلے اسٹیشن پر وہ اُتر جائے گا۔ اس کے بعد تم کو صندوق کراچی لانا ہوگا۔ پھر چھوٹے قد والے آدمی نے اُس سے پیسے مانگے اتنے میں رومی نے بھی اپنا کام ختم کرلیا تھا۔ چھوٹے قد والے آدمی نے رومی سے دوبارہ جوتا پہنانے کو کہا رومی نے انکار کردیا اُس نے رومی کو پیسے دینے سے انکار کردیا۔ رومی نے کہا کہ "ہم پیسے کا لالچی نہیں ہے" اور یہ کہہ کر پالش کی ڈبیہ اور برش سنبھال کر آگے بڑھ گیا

رومی جب گھر میں داخل ہوا تو اس کی امی نے اُس کو بالکل ہی نہیں پہچانا۔ رومی نہا دھو کر دوبارہ پولیس اسٹیشن پہنچا انسپکٹر صاحب رومی کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے رومی کی تعریف کی رومی نے سارا قصہ انسپکٹر صاحب کو سنایا۔ انسپکٹر صاحب نے رومی کو گھر بھیجا اور شام کو اس سے ملنے آئے انہوں نے بتایا کہ وہ چھوٹے قد والے اکبر کے گھر کا پتہ چلانے میں کامیاب ہوگئے ہیں لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ انسپکٹر صاحب نے رومی کے ابا سے کہا کہ آپ رومی کو ایک بہت بڑی مہم پر جانے کی اجازت دیجئے۔۔ رومی کے ابا نے اجازت دیدی۔ انسپکٹر صاحب نے بتایا کہ رومی کراچی ایکسپریس میں سفر کرے گا جس اسٹیشن پر اکبر اترے اس پر یہ بھی اتر جائے گا۔ انسپکٹر صاحب نے رومی کو دوسرے دن صبح بلایا۔

اب آگے پڑھئے

سٹی اسٹیشن پر کراچی ایکسپریس چلنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔

رومی! انسپکٹر صاحب کے ساتھ پلیٹ فارم پر چلا جارہا تھا۔ انسپکٹر صاحب سادہ کپڑوں میں تھے۔

اسٹیشن پر اُن کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی۔ اُس نے آگے بڑھ کر انسپکٹر صاحب سے کہا۔

"آ گئے آپ۔"

انسپکٹر صاحب بولے

"جی ہاں!"

یہ ہے وہ لڑکا جس کے بارے میں میں نے آپ سے کہا تھا

"ٹھیک ہے جناب! میں اس کو ڈبے میں بٹھا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ آدمی ایک طرف چل دیا۔ رومی بھی اُس کے پیچھے ہولیا انسپکٹر نے قریب ہی کھڑے دو سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ وہ بھی ٹہلتے ٹہلتے اُس طرف چل دیئے۔

ریل میں برف اور ٹھنڈے پانی کے ڈبے کے پاس پہنچ کر وہ آدمی رُک گیا۔ اُس نے پلیٹ فارم پر کھڑے کھڑے آواز دی۔

"ابے او رجّو!"

فوراً ہی ایک لڑکا دروازے پر آگیا۔ "جی ٹھیکیدار صاحب"

"ابے! یہ ایک لڑکا آیا ہے۔ اس کو بھی مال دے دے۔ یہ بھی بیچے گا۔"

"نیا ہے استاد؟" رجّو نے پوچھا۔

"ہاں ذرا خیال رکھنا اس کا چلتی گاڑی میں مت اُترنے دینا۔"

"بہت اچھا اُستاد" رجّو نے کہا اور اُس نے رومی کو اشارے سے اندر بُلا لیا۔

رومی ڈبے میں داخل ہوا۔

چھوٹے سے ڈبے کے فرش پر

برف کی تین سلیں ٹاٹ میں لپٹی رکھی تھیں ایک طرف سیون اپ، کوکا کولا، فانٹا اور پاکولا کے کریٹ رکھے ہوئے تھے۔

اندر سیٹ پر ایک لڑکا سو رہا تھا۔ رجّو نے ایک مکّا مار کر اُسے اُٹھا دیا۔

"ابے نواب کی اولاد۔ چل اُٹھ گاڑی چلنے والی ہے۔" نواب کی اولاد اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

رجو نے برف توڑتے ہوئے کہا۔
"ابے اللہ رسول کا نام لے۔ اُٹھتے ہی سگریٹ"
"چل بے زیادہ وعظ مت جھاڑا کر۔ ایسے ہی تقریریں کرنی ہیں تو کسی مسجد میں جاکر بیٹھ۔ لا سگریٹ۔"
"کہہ جو دیا سگریٹ نہیں ہے!"
"ابے میں کہہ رہا ہوں!" یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور رجو کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔ رجو نے فوراً جیب پر ہاتھ رکھ لیا اور بولا۔
"خدا کی قسم میرے پاس نہیں ہے۔ ختم ہوگئی!"
"تو لا کے دے"
لڑکے نے رجُو کی جیب سے ہاتھ نکال لیا۔
"ابے گاڑی چلنے والی ہے اگلے اسٹیشن سے لے لینا!"
رجو نے کہا۔
"یہ لڑکا کون ہے۔ یہ لا دے گا۔"
"جا بے بھاگ کے جا ایک سگریٹ پکڑ لا!"
"رومی کو اس پر سخت غصہ" آیا۔ ایک تو مُفت خورہ دوسرے سُست بھی ایسا کہ جاکر خود نہیں لا سکتا۔"
رجو جیب سے پیسے نکالنے لگا تو لڑکا بولا۔
"اَبے رجو تو نے بتایا نہیں کون ہے یہ لڑکا؟"
رجو نے کہا!
"ٹھیکیدار چھوڑ گیا ہے۔ کام کرے گا یہ سوڈا لیمن کا!"
"اچھا پھر تو اپنا شاگرد ہوا چل بے جاکے سگریٹ لا!"
رومی نے کہا۔" میں سگریٹ نہیں لاؤں گا!"
لڑکے نے غصّے سے رُومی کی طرف دیکھا اور بولا!
"اَبے تجھے معلوم ہے میں اس ڈبے کا انچارج ہوں۔ میرا حکم نہیں مانے گا تو مزدوری بھی نہیں کرسکے گا!"
"مزدوری کوئی تم نے دی ہے۔ وہ تو ٹھیکیدار نے دی ہے!"

"چل جا کے سگریٹ لا۔"

رومی نے کہا "سگریٹ پینے والے مجھے اچھے نہیں لگتے اور میں — اپنے ہاتھ سے سگریٹ تو لا کے دے نہیں سکتا۔"

"دیکھو بہانے کیسے بناتا ہے۔"

"اَبے پٹڑی پے اُٹھا کے پٹخ دوں گا۔ ابھی۔"

رومی نے کہا۔ "آگے بڑھ کر دیکھو، پھر بتاتا ہوں کون پٹخ سکتا ہے۔"

اِس دھمکی پر لڑکا جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

بات بڑھی مگر لڑائی کو اُس نے آئندہ کے لئے اُٹھا رکھا۔

گاڑی چلنے میں تین منٹ رہ گئے تھے کہ ٹھیکیدار پھر آگیا۔ اُس نے رومی سے کہا۔

"چلو وہ کریٹ اٹھاؤ اور ابھی سے کسی ڈبّے میں چلے جاؤ۔"

رومی نے جلدی سے کریٹ اٹھایا اور ڈبّے سے نیچے اُتر گیا۔ کریٹ میں بارہ بوتلیں تھیں ان کو لے کر وہ سب سے آخری ڈبّے میں چڑھ گیا۔

ڈبّے میں سوار ہوتے ہی اُس نے مُنہ ٹیڑھا کر کے گلے سے زوردار آواز لگائی

"سوڈا لیمن، بارف !!!"

"ڈبے میں بیٹھے کسی بھی آدمی نے رومی کی آواز پر توجّہ نہ دی مسافر بھی چیزیں بیچنے والوں سے تنگ آگئے تھے"

ابھی کوئی سُرمہ بیچنے والا آگیا ہے تو ابھی چائے والا "چائے گرم" کی آواز لگا رہا ہے۔

کوئی آکر بسکٹ خریدنے کا مفت مشورہ دے رہا ہے۔

کوئی یاد دلا رہا ہے کہ اپنے بچّوں کے لئے مٹھائی کا پیکٹ ضرور لیتے جانا۔

رومی کی آواز پر کسی نے بوتل نہ مانگی تو اُس نے کریٹ کو فرش پر ٹِکا دیا۔ اور خود ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ڈبّے میں سفید کپڑے والے سپاہی بھی آگئے۔ اسی لمحے گارڈ کی سیٹی گونجی اور پھر انجن کی سیٹی کے ساتھ ہی گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ رینگنے لگی۔

دس منٹ میں گاڑی کینٹ اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ اور رومی نے آخری بار ڈبّہ اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ اس میں چھوٹے قد والا اکبر سوار نہیں تھا۔

کینٹ اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو بجائے آواز لگا کر مال بیچنے کے رومی دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ اور گاڑی میں سوار ہوتے ہوئے مسافروں کو دیکھنے لگا۔ لیکن مسافر اس تیزی سے چڑھ اُتر رہے تھے اور قلیوں کی بھاگ دوڑ ایسی تھی کہ رومی اکبر کو نہ دیکھ سکا۔

پھر اُس نے سوچا۔

" شاید اکبر سٹی اسٹیشن سے سوار ہوکر کسی ڈبّے میں بیٹھا ہو۔ آگے چل کر باری باری سارے ڈبّے دیکھ لوں گا "

رومی گاڑی چلنے کا انتظار کرنے لگا۔ اُسے یہ تو اطمینان تھا کہ اُس کی حفاظت کا انتظام مناسب ہے، اکبر کے بارے میں بھی وہ مطمئن تھا کیونکہ وہ اُس کی صورت پہچانتا تھا۔ اگر وہ کسی چھوٹے اسٹیشن پر اُترے گا تو ایک دم نظر آجائے گا۔ چھوٹے اسٹیشن پر تو ایسا رَش نہیں ہوتا۔

گارڈ نے سیٹی بجائی اور جھنڈی لہرائی۔ دُور انجن کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے ڈرائیور نے انجن کی سیٹی بجائی اور گاڑی کینٹ اسٹیشن کو پیچھے چھوڑنے لگی۔

اگلے اسٹیشن پر رُومی دوسرے ڈبّے میں سوار ہوگیا۔ ڈبّے میں داخل ہوتے ہی اُس نے اسی انداز سے آواز لگائی۔

ایک آدمی نے اُس سے سیون اَپ مانگا۔

رومی نے سیون اَپ کی بوتل کھول کر اُسے دی۔ جتنی دیر میں اُس آدمی نے سیون اَپ پی اتنے میں رومی نے پورے ڈبّے کے لوگوں پر نظر دوڑائی۔

اُس کا شکار یہاں بھی موجود نہیں تھا۔

رومی کا گاہک ابھی پیسے دے ہی رہا تھا کہ گاڑی چلنے لگی، اُس کا خیال تھا کہ وہ جلدی سے دوسرے ڈبّے میں چلا جائے گا۔ لیکن ایک بوتل بِک جانے سے اُس کی بات دل میں رہ گئی۔

اگلے اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو وہ تیسرے ڈبّے کے سامنے کھڑا ہوکر آواز لگانے لگا۔

سامنے ہی وہ کھڑکی سے جھانک کر دیگر مسافروں پر نظریں دوڑا رہا تھا۔

اُس کے پیچھے پیچھے سفید کپڑوں میں سپاہی بھی تھے۔ اگلے اسٹیشن پر رومی کا سامنا اُس لڑکے سے ہوا۔ جس نے سوڈا لیمن کے ڈبّے میں اُس کے سگریٹ لانے سے انکار کر دیا تھا۔

لڑکے نے رومی کی طرف دیکھ کر کہا۔

" بخشوں گا نہیں تجھے پیارے۔ آج نہیں تو کل ضرور بدلہ لوں گا۔ "

"ایسی مار لگاؤں گا کہ بھول جاؤ گے" سوڈا لیمن بارف کہنا"۔
رُومی نے کوئی جواب نہ دیا۔ لڑکا آگے گزر گیا۔ اُس نے ڈبّے میں جھانک کر دیکھا۔ دوسری طرف کی کھڑکی کے پاس والی سیٹ پر چھوٹے قد والا اکبر بیٹھا ہوا تھا۔
رومی لپک کر اُس ڈبّے میں سوار ہوگیا۔ دونوں سپاہی بھی اُس کے ساتھ ہی ڈبّے میں سوار ہوگئے اور اِدھر اُدھر ہو کر بیٹھ گئے۔
چھوٹے قد والے آدمی کی پیٹھ رُومی کی طرف تھی۔ رومی اِس ڈبّے میں ٹھہر جانا چاہتا تھا تاکہ جس وقت اکبر اُترے وہ بھی اُس کے پیچھے ہی اُتر جائے۔
رومی کو ذرا سا ڈر تھا کہ کہیں اکبر اُسے پہچان نہ لے اس لئے اُس نے اِس ڈبّے میں آواز نہ لگائی۔
کریٹ کو اُس نے فرش پر رکھا ہی تھا کہ ڈبّے کے دوسرے کونے سے ایک آدمی نے آواز لگائی۔
اے لڑکے ایک کوکا کولا لانا"۔
رومی نے دل میں کہا۔ "لو بھیّا رومی مارے گئے جس بات سے بچ رہے تھے وہی ہو کر رہی"۔
خیر اُس نے اپنا کریٹ اٹھایا اور اکبر کے پاس سے گزرتا ہوا اُس آدمی کے پاس پہنچ گیا۔ جب وہ واپس آرہا تھا تو اکبر نے اُسے گھور کر دیکھا۔
رومی نے فوراً منہ ٹیڑھا کر کے گلے سے آواز لگائی۔
"سوڈا لیمن بارف"۔
اور واپس اپنی جگہ پر آگیا۔
اب رومی یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اکبر کو اُس پر شبہ ہوگیا۔ یا نہیں۔ اُس نے سوچا۔ اگر اکبر کو شبہ ہوگیا تو پلٹ کر ضرور دیکھے گا اور پہچاننے کی کوشش کرے گا پھر اگلے اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو وہ اترا بھی نہیں۔
رومی کو اپنے حلیئے کی کامیاب تبدیلی پر بڑی خوشی ہوئی۔
گاڑی جیسے ہی کسی اسٹیشن پر رُکی تو مسافروں کا ریلا گاڑی کے اندر گھس آیا۔
اترنے والا ایک بھی نہ تھا۔ بس لوگ چڑھے جا رہے تھے۔ ڈبّے میں بھیڑ بڑھ جانے سے رومی کو پیاس لگنے لگی۔ پہلے اُس نے اسٹیشن پر کھڑے ہوئے پانی پلانے والے سے پانی پیا۔ اُس نے ایک گندے سے گلاس میں پانی رومی کی طرف بڑھا دیا۔ رومی نے ایک گھونٹ پانی پی کر دیکھا۔
پانی تیل کی طرح گرم تھا۔

اُس نے گلاس واپس لوٹایا تو پانی پلانے والا بولا۔
"واہ! اتنا ہی لاٹ صاحب ہے تو ٹھنڈی بوتل پی لے"۔
رومی نے دل میں کہا۔
"چلو لاٹ صاحب بن ہی جاؤ۔ کیا حرج ہے"۔
"اُس نے فٹ سے ایک بوتل کھولی اور غٹا غٹ پی گیا"۔
پیاس کم ہوئی اور رومی کی جان میں جان آئی۔
جب اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو وہ پلیٹ فارم پر لوگوں کو دیکھنے لگتا اُس کے ساتھ ساتھ چھوٹے قد والا آدمی اکبر بھی کھڑکی سے گردن باہر نکال کر پورے پلیٹ فارم کا جائزہ لیتا تھا۔ پھر جب کوئی نیلی پگڑی اور کالے رومال والا آدمی نظر نہ آتا تو وہ سیٹ پر پیچھے ہو کر بیٹھ جاتا۔
رومی شاید اُس چھوٹے قد والے آدمی سے زیادہ بے چین تھا۔ لیکن اُس کے چہرے یا اُس کی حرکت سے کوئی بات ظاہر نہ ہوتی تھی۔
جب گاڑی رُکتی تو وہ کریٹ لے کر اُتر جاتا۔ سوڈا لیمن ہارف کی آواز بھی لگاتا جاتا۔ اور لوگوں کو دیکھتا بھی جاتا۔
جنگ شاہی کے اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو رومی نے دیکھا، ایک دیہاتی نیلی پگڑی پہنے ہوئے ہے وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ پاس ہی ایک کالے رنگ کا پُرانا سا صندوق تھا۔ اس دیہاتی نے جیب سے کالا رومال نکالا اور چہرے پر پھیرنے لگا۔
رومی نے دیکھا۔ اکبر بے چین ہو گیا تھا۔ ڈبّے میں دراصل بہت بھیڑ تھی اور چھوٹے قد والے آدمی کو اُترنے کی فکر تھی۔
رومی جلدی سے ڈبّے سے نیچے اُتر گیا۔ اور پہلے سے اُس دیہاتی کے پاس ہی لگی ہوئی ایک بنچ پر جاکر بیٹھ گیا۔
اُس سے بہت دُور چائے کے اسٹال پر وہ دونوں سپاہی بھی پہنچ چکے تھے اور شاید چائے مانگ رہے تھے۔ چھوٹے قد والا آدمی اب دیہاتی کی طرف آرہا تھا۔
اُس نے رومی کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ دیہاتی کے قریب سے گزرتے ہوئے اُس نے اپنے آپ سے بات کرنے کے انداز میں کہا۔
"گرُدا پرُدا"۔ دیہاتی نے کالا رومال اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا "مالم پرُدا"۔

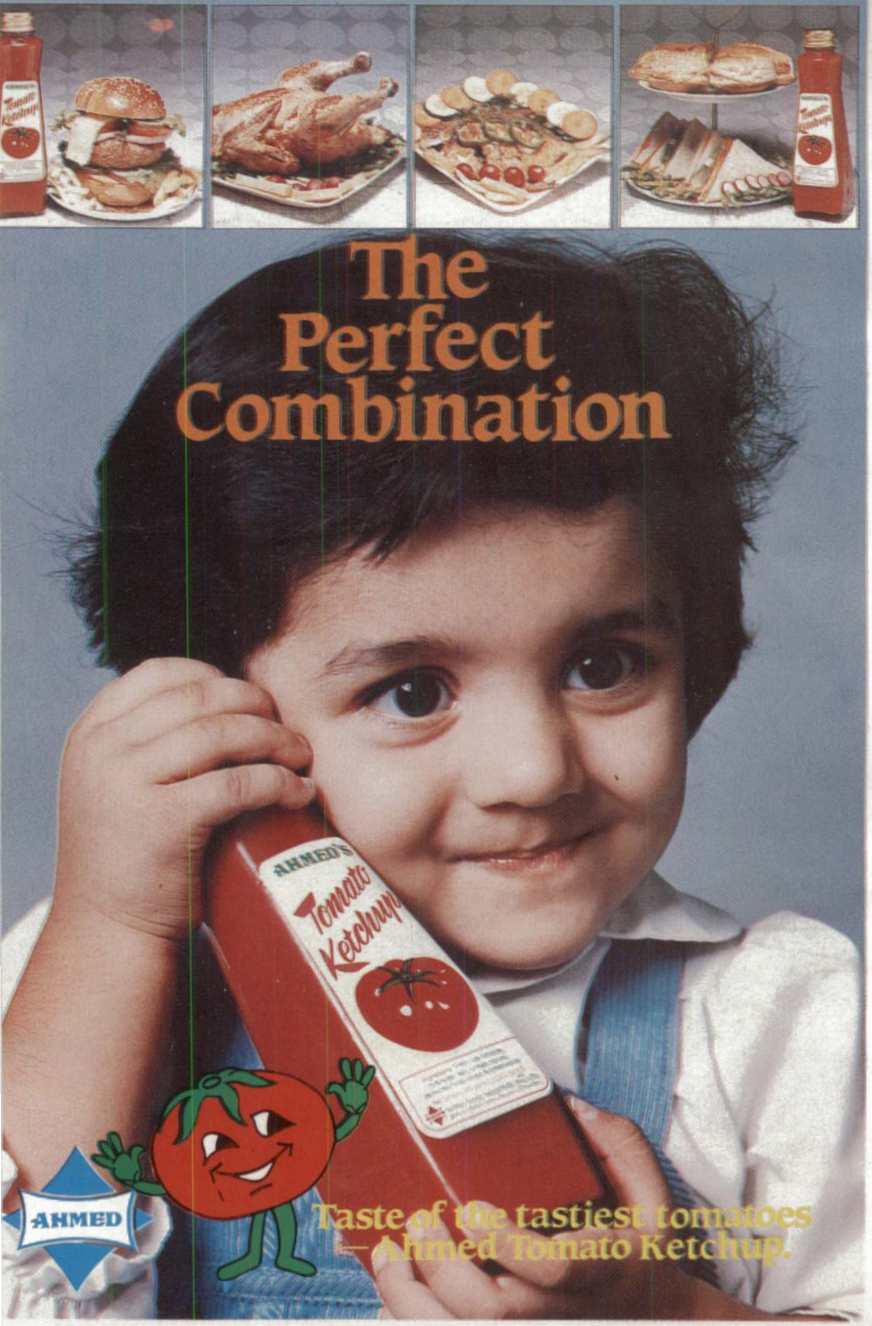

The Perfect Combination
AHMED'S
Tomato Ketchup
AHMED
Taste of the tastiest tomatoes
—Ahmed Tomato Ketchup.

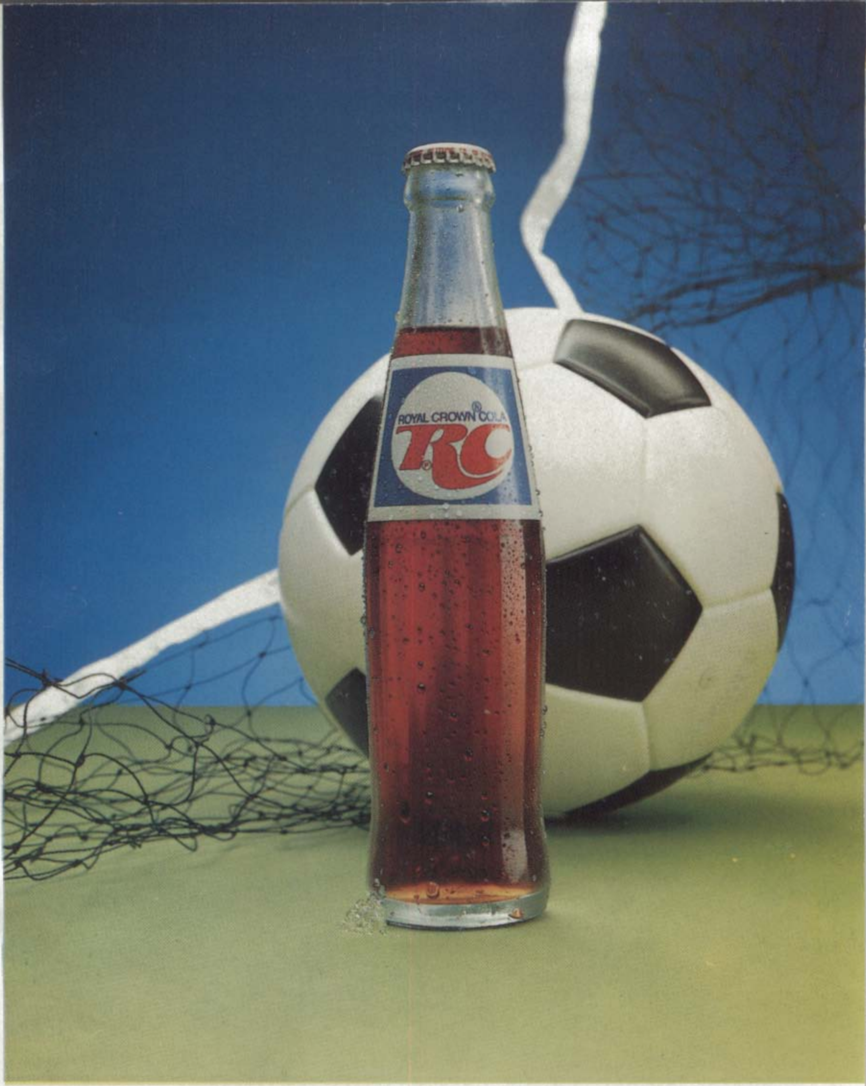

CONTINENTAL BEVERAGES (PVT) LTD.
D-210, ESTATE AVENUE S. I. T. E., KARACHI-16

عبدالرشید اعوان، کنری

علامہ اقبال

...شاعر... ناصح ..... فلسفی ... پیامبر

علامہ اقبال نے انگلستان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اس لئے اکثر پینٹ کوٹ اور ٹائی پہنتے تھے. اس لباس میں وہ ایک تقریب میں گئے اس تقریب میں انہوں نے انگریزوں کے نظام پر سخت تنقید کی اور مسلمانوں کو اُس کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے کہا تقریر کے بعد جب وہ واپس آرہے تھے تو ایک ہندو طنزیہ انداز میں علامہ اقبال سے کہنے لگا "ویسے تو آپ انگریزوں کے خلاف بڑی باتیں کرتے ہیں. مگر لباس تو آپ نے انگریزوں کا پہن رکھا ہے. چونکہ بات سچی تھی اس لئے آپ کے دل پر اثر کر گئی آپ نے ہندو کی بات کو سچے دل سے سمجھا اور اس دن کے بعد سے انگریزی لباس پہننا ترک کر دیا۔

یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ علامہ اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء میں ان کا لاہور میں انتقال ہوا۔ اور ان کا مزار لاہور میں بادشاہی مسجد کے بالکل ساتھ ہے۔

علامہ اقبال کو بھی عام طالب علموں کی طرح سے کبھی کبھار اسکول جانے میں دیر ہو جاتی تھی. ایک روز جب وہ دیر سے اسکول پہنچے تو ان کے استاد نے کہا اقبال آج تم پھر دیر سے آئے. انہوں نے جو... دیا کہ جناب "اقبال ہمیشہ دیر سے آتا ہے"۔ (یعنی بلندی ہمیشہ دیر سے ملتی ہے۔) اس برجستہ جواب پر استاد حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔

علامہ اقبال کو میٹھی چیزیں کھانے کا بہت شوق تھا۔ اور آم تو انہیں بے حد عزیز تھے۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے تو ڈاکٹر نے آم کھانے سے منع کر دیا۔

لیکن علامہ صاحب کے بے حد اصرار پر ڈاکٹر نے انہیں ایک آم کھانے کی اجازت دی دی دوسرے روز جب ڈاکٹر

انہیں دیکھنے آئے تو ایک بہت بڑا تقریباً ایک کلو کا آم ان کی میز پر رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے حیران ہوکر پوچھا اتنا بڑا آم!!

علامہ اقبال مسکرا کر بولے آپ نے تو صرف ایک آم کی اجازت دی تھی بڑے چھوٹے کی نہیں۔ سچی بات تو یہ ہے علامہ اقبال کی شخصیت انتہائی سادہ تھی۔ عام طور پر وہ شلوار قمیض کے ساتھ ترکی ٹوپی زیب تن کرتے تھے آپ کی زندگی تکلفات سے پاک تھی۔

اُن کے دل میں اپنی قوم کی ترقی کا جذبہ اس قدر زیادہ تھا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اسی نیک کام میں گزار دی اور اپنی شاعری کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا۔

علامہ اقبال نے بچوں کے لئے بہت سی نظمیں لکھیں ہیں اور ایک نظم تو ہم سب صبح صبح اسکول کی اسمبلی میں دعا کے طور پر آج بھی پڑھتے ہیں۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے

اس کے علاوہ ایک مکڑا اور مکھی ایک گائے اور بکری، ہمدردی، ماں کا خواب، پرندے کی فریاد، پہاڑ اور گلہری کا یہ شعر تو بہت ہی خوبصورت ہے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

علامہ اقبال نے جو کتابیں لکھی ہیں اُن میں بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز شامل ہیں اور ان کی مشہور نظموں میں شکوہ، جواب شکوہ شمع و شاعر والدہ مرحومہ کی یاد میں خضر راہ اور طلوع اسلام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے فارسی میں بھی کتابیں لکھی ہیں جس میں اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق، زبور عجم اور جاوید نامہ مشہور ہیں۔ علامہ اقبال کو پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔ انہوں نے حضور کی شان میں بہت سے نعتیہ اشعار کہے ہیں۔

علامہ اقبال کی شاعری نے مسلمانوں کے اندر جذبۂ آزادی کی ایک نئی روح پھونک دی لیکن پاکستان کا خواب دیکھنے والا یہ مرد مجاہد قیام پاکستان سے ۹ سال قبل ہی اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ آج علامہ اقبال ہمارے درمیان موجود نہیں مگر ان کی نظمیں آج بھی زندہ ہیں جنہیں پڑھ کر ہمارے اندر ایک ولولہ اور عزم پیدا ہوتا ہے

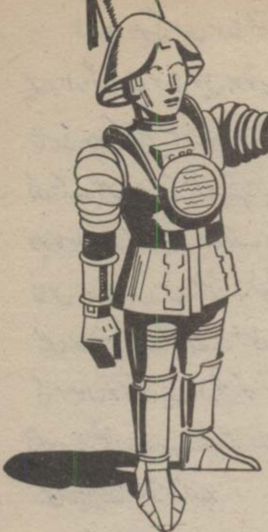

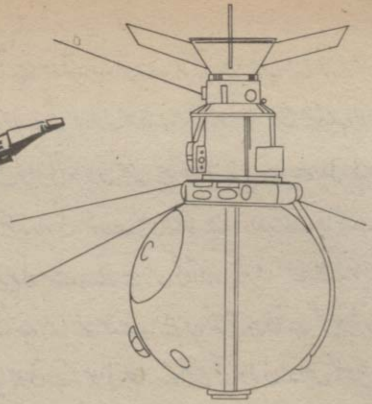

انکل روبوٹ سوالاً جواباً

میڈیم اور شارٹ ویو سے کیا مراد ہے۔ ؟

(عبدالروف بدرڈینیل اسٹریٹ کراچی)

ریڈیو کی سمت بدلنے سے اُس کی آواز پر فرق کیوں پڑتا ہے۔ اور ہوائی جہاز کے گزرنے سے ٹیلی ویژن کی تصویر پر اثر کیوں پڑتا ہے ؟

(محمد عظیم مغل، کنزی سندھ)

میڈیم اور شارٹ ویو کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ یہ برقی مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں آپ کے اردگرد کی جگہ بالکل خالی نہیں ہے بلکہ اس میں مختلف قسم کی ریڈیائی لہریں موجود ہیں یہ ریڈیائی لہریں الیکٹران کے تیزی کے ساتھ حرکت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ریڈیائی لہروں میں فرق ان کے طول موج (ویولینتھ WAVE LENGTH) کا ہوتا ہے۔ ریڈیائی لہریں ہر واسطے میں سفر کرسکتی ہیں حتیٰ کہ پانی میں بھی اس کے علاوہ ان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ یہ اپنے مرکز سے ہر سمت میں سفر کرسکتی ہیں۔ ——— ایک سیکنڈ میں جتنی ریڈیائی لہریں ایک مرکز سے سفر کرتی ہیں ان کی اس تعداد کو ان ریڈیائی لہروں کا تعدد یا فریکوئنسی کہا جاتا ہے ایک مکمل طول موج کو ایک چکر یا سائکل کہتے ہیں اس لئے ایک سیکنڈ میں بننے والے مکمل چکروں کی تعداد کو فریکوئنسی کہتے ہیں۔

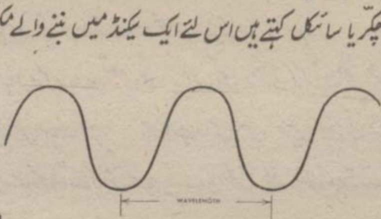

شارٹ ویو کی طول موج مختصر ہوتی ہے اور قریب قریب ہوتی ہے۔ جس طرح خاکے میں دکھائی گئی ہیں، اور اگر طول موج طویل ہوتو یہ لانگ ویو کہلائے گی اور طول موج درمیانی ہوتو یہ موج میڈیم ویو کہلائے گی۔
شارٹ ویو کی فریکوئنسی زیادہ ہوتی ہے اور لانگ ویو کی کم یوں سمجھ لیجئے کہ موٹے پائپ سے پانی کی دھار زیادہ دُور تک نہیں جاسکتی لیکن پتلے پائپ سے پانی تیز دھار کی صُورت میں نکلتا ہے اور دور تک جاتا ہے۔ اسی طرح شارٹ ویو کا حلقۂ اثر بھی بہت دور تک ہوتا ہے۔ ریڈیو کی سمت بدلنے سے اس کی آواز پر فرق اس لئے پڑتا ہے کہ ایک خاص سمت میں اس اسٹیشن کی فریکوئنسی ہوتی ہے اس لئے سمت بدلنے وہ متاثر ہوتی ہے۔ ٹیلیویژن کی نشریات میں ہوائی جہاز کے گزرنے سے خرابی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ہوائی جہاز کے انجن کی آواز کی موجیں ٹیلیویژن اور ریڈیو کی موجوں کو کاٹتی ہیں، اوراُن کو منتشر اور پریشان کرتی ہیں اس کے نتیجے میں آپ کا ٹیلیویژن بھی متاثر ہوتا ہے اور اس کی تصویر ہلنے لگتی ہے۔ آپ نے یہ بھی نوٹ کیا ہوگا کہ اکثر گلی میں تیز آواز موٹر سائیکل اور گاڑی کے آنے کی وجہ سے کبھی کبھی کبھی ٹیلیویژن متاثر ہوتا ہے۔

کیا یہ ٹھیک ہے کہ سورج ایک سیّارہ ہے۔

(منیر احمد فاضل لاہور)

نہیں جناب یہ بالکل غلط ہے کہ سورج ایک سیّارہ ہے۔ بلکہ سورج ایک ستارہ ہے ستارے اور سیّارے میں بڑا واضح فرق یہ ہے کہ ستارہ خود روشن ہوتا ہے اور سیارہ ستارے کی روشنی سے روشنی ہوتا ہے یعنی ہماری زمین ایک سیّارہ ہے جو سورج کی روشنی سے منور ہے۔ تمام سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔ ہر ستارے کا اپنا ایک نظام ہوتا ہے (ستارہ بھی گردش کرتا ہے) ہمارے سورج کا نظام، نظامِ شمسی کہلاتا ہے۔

انکل کیا کتے بھی ہماری طرح خواب دیکھتے ہیں۔

(شاہین ناظم آباد کراچی)

یہ معلوم کرنا تو بہت مشکل ہے کہ کتے خواب دیکھتے ہیں یا نہیں اور اگر خواب دیکھتے بھی ہیں تو کس قسم کا خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن کتے پالنے والوں کا کہنا ہے کہ جب سوتے وقت اس کی دم ہلتی رہتی ہے منہ سے ہلکی ہلکی آواز بھی نکلتی رہتی ہے۔ گویا خراٹے لے رہا ہو۔ تو اس وقت وہ خواب دیکھ رہا ہوتا ہے۔
لیکن سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ کتّا واقعی خواب دیکھتا ہے۔ کیونکہ جانوروں کا ذہن انسانی ذہن کے مقابلے میں بہت کمتر ہوتا ہے۔ اس میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بہت معمولی ہوتی ہے۔ یعنی اُس میں صرف اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرسکے۔ مثلاً اُسے بھوک لگتی ہے تو وہ اپنی غذا ڈھونڈ

لیتا ہے۔ اگر اس کو خطرہ محسوس ہوتا ہے تو اُس سے بچاؤ کر لیتا ہے یا پھر آرام اور نیند کے لئے جگہ بنا تا ہے۔

سوچنے اور تصوّر کرنے کی صلاحیت تو اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو دی ہے اس لئے خواب بھی صرف انسان ہی دیکھ سکتا ہے۔ کوئی بھی جانور اپنے طور پر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا البتہ ہمارا خیال یہ ہے کہ بلی کا خواب چھیچھڑوں تک اور کتے کا خواب ہڈی تک محدود ہو گا۔

انکل سمندری گھوڑا کیسا ہوتا ہے۔؟

(سیما صدیقی فیڈرل کیپٹل ایریا)

سمندری گھوڑا عجیب و غریب شکل کا ہوتا ہے ہم اس کی تصویر شائع کر رہے ہیں دراصل یہ ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔ یہ مچھلیوں کے خاندان پائپ فش سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا بدن ہڈیوں سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ یہ سمندری پودوں کے درمیان رہتی ہے۔ عموماً یہ گرم سمندروں میں پائی جاتی ہے۔

انکل میں ایک پہاڑی علاقے میں رہتی ہوں جب میں زور سے آواز لگاتی ہوں تو میری آواز پلٹ کر واپس آجاتی ہے۔

(مُطیبہ۔ کوہ مری)

دراصل جب آپ کسی کو زور سے بلاتی ہیں تو آپ کی آواز پہاڑوں سے جاکر ٹکراتی ہے اور پھر واپس آتی ہے تو اتنے عرصے میں آپ اپنی آواز دوبارہ سن لیتی ہیں، اسی طرح اکثر بڑے ہالوں میں بھی آواز گونجتی ہے۔ لیکن ڈراموں وغیرہ کے لئے ایسے ہال بنائے جاتے ہیں جہاں آواز نہ گونجے۔ اور اگر آواز کی گونج ضروری ہو تو اُس کے لئے برقی آلات استعمال کئے جاتے ہیں۔ ٹیلیویژن اور ریڈیو اسٹیشن کے اسٹوڈیوز خاص طور پر اِس قسم کے بنائے جاتے ہیں کہ ان میں آواز کی گونج نہ پیدا ہو۔ اِن کی دیواروں پر ایسی چیزیں لگائی جاتی ہیں جو ٹھوس نہیں ہوتیں بلکہ آواز کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں تاکہ گونج پیدا نہ ہو۔

پُرلطف پُرذائقہ
ٹھنڈے ٹھنڈے مزیدار
ہویسٹ
ڈراپس
گلے کی خراش میں انتہائی مفید
HOEST DROPS
delicious cool refreshing
450 GRAMS
TIPU ENTERPRISES FAISALABAD
HOEST

آداب زندگی

اعظم منہاس

آیئے کھانا کھائیں

کھانا انسان کے زندہ رہنے کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسی گاڑی کے چلتے رہنے کے لئے پٹرول آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی امی کو کھانا پکانے میں دیر ہو جائے تو بھوک کی شدت سے کس طرح پیٹ میں چوہے ناچنے لگتے ہیں، خوراک انسان اور حیوان دونوں ہی استعمال کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ انسان تہذیب، شائستگی اور سلیقے کے ساتھ کھاتا ہے اور حیوان بے ہنگم اور بے ڈھنگے طریقے سے۔ مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ دستر خوان پر بیٹھتے ہیں تو کھانے میں جانوروں کو بھی مات کر جاتے ہیں...... ایسے لوگ جو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھے جاتے..... اس کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ کھانے کے آداب سے یا تو واقف نہیں ہیں یا پھر اس پر عمل نہیں کرتے..... آیئے ہم آپ کو یہاں کھانے کے کچھ آداب بتاتے ہیں اگر آپ نے ان پر عمل کیا تو نہ صرف یہ کہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا بلکہ آپ کی شخصیت پسندیدہ ٹھہرے گی / اور آپ لوگوں کے دلوں میں اپنے لئے جگہ بھی بنالیں گے تو آیئے کھانے کے آداب سے متعلق کچھ جانیں

- کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لیجئے، لیکن کسی تولیے وغیرہ سے صاف نہ کیجئے، بلکہ از خود ہی خشک ہو جانے پر کھانا شروع کریں، پہلا لقمہ لیتے ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لیں۔
- ہمیشہ بیٹھ کر اور سیدھے ہاتھ سے کھایئے، ضرورت محسوس ہو تو بائیں ہاتھ سے بھی کام لیا جاسکتا ہے دستر خوان پر ٹیک لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیئے۔
- نوالہ زیادہ بڑا بھی نہ لیجئے اور نہ چھوٹا، پلیٹ میں اپنی طرف کے کنارے سے کھایئے، انگلیاں روٹی سے صاف مت کیجئے، یہ اچھی عادت نہیں، بلکہ چاٹ لیں۔ انگلیاں چاٹ لینے کے طبی نقطۂ نظر سے بھی کئی فوائد ہیں۔

⊖ بہت گرم کھانا مت کھائیے، کھانے پینے کی چیزوں پر پھونک نہ ماریئے اس لئے کہ اندر سے آنے والی سانس زہریلی ہوتی ہے، ،پسند نہ ہو خاموشی سے چھوڑ دیں۔ اور کھانے کے دوران زیادہ گفتگو سے احتراز کیجئے۔

⊖ پانی تین سانس میں پیجئے، ایک ہی سانس میں پورا گلاس انڈیل لینے سے پیٹ میں تکلیف ہو سکتی ہے۔

⊖ اگر کسی جگہ بہت سے دوست احباب مل کر کھانا کھا رہے ہوں تو دیر تک کھانے والوں اور آہستہ کھانے والوں کی رعایت کیجئے اور سب کے ساتھ ہی دستر خوان سے اُٹھیے۔

⊖ کھانا کھا کر ہاتھ دھو لیجئے، اور کسی تولیے وغیرہ سے پونچھ لیجئے کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور شکر کی ادائیگی کا احسن طریقہ یہ ہے کہ اس دُعا کو حفظ کر لیجئے۔

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین

ترجمہ: حمد وثناء اس خدا کے لئے جس نے ہمیں کھلایا جس نے ہمیں پلایا اور جس نے ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

ابو ہوشیار ...

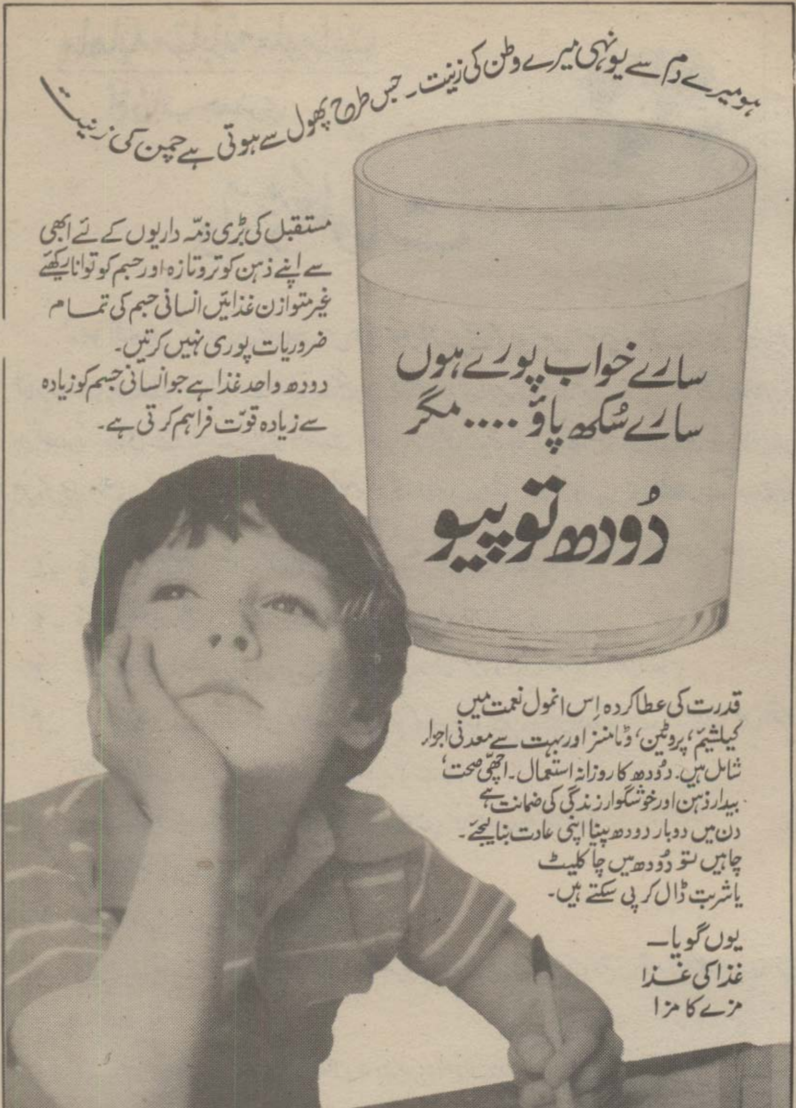
ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت۔ جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
مستقبل کی بڑی ذمّہ داریوں کے لئے ابھی
سے اپنے ذہن کو تروتازہ اور جسم کو توانا رکھئے
غیر متوازن غذائیں انسانی جسم کی تمام
ضروریات پوری نہیں کرتیں۔
دودھ واحد غذا ہے جو انسانی جسم کو زیادہ
سے زیادہ قوّت فراہم کرتی ہے۔
سارے خواب پورے ہوں
سارے سُکھ پاؤ..... مگر
دُودھ تو پیو
قدرت کی عطاکردہ اِس انمول نعمت میں
کیلشیم، پروٹین، وٹامنز اور بہت سے معدنی اجوار
شامل ہیں۔ دُودھ کا روزانہ استعمال۔ اچھی صحت،
بیدار ذہن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت ہے
دن میں دوبار دودھ پینا اپنی عادت بنالیجئے۔
چاہیں تو دُودھ میں چاکلیٹ
یا شربت ڈال کر پی سکتے ہیں۔
یوں گویا۔
غذا کی غذا
مزے کا مزا
اِشتہار برائے بہبود اطفال: منجانب ماہنامہ آنکھ مچولی، کراچی
MASS

ماھانہ مقابلۂ معلومات

اُمِّ رُباب جعفری

دائرۂ معلومات

۲۰ اشاروں کے درست جوابات اس طرح حوالۂ ڈاک کیجیے کہ وہ ہمیں ۲۰ اپریل تک موصول ہوجائیں تمام درست جوابات ارسال کرنے والے ساتھیوں کے نام اور تصاویر جون کے شمارے میں شائع کی جائیں گی اور قرعہ اندازی کے ذریعہ تین خوبصورت انعامات بھی دیئے جائیں گے، مقابلے کے نئے شرکا، جان لیں کہ پہلے اشارے کا جواب جس حرف پر ختم ہوگا۔ دوسرے اشارے کا جواب اسی حرف سے شروع ہوگا۔

۱ ۔ پاکستان کے نامور مصوّر۔ جن کا انتقال ۱۰ فروری ۱۹۸۷ء کو ہوا ؟

۲ ۔ ایک مشہور پیغمبر۔ جن کے عہد میں ایک بہت بڑا طوفان آیا ؟

۳ ۔ اردو کے ایک مشہور شاعر، ادیب اور سیاسی رہنما۔ جن کا اصل نام سید فضل الحسن تھا ؟

۴ ۔ اقوام متحدہ کا ایک ادارہ۔ جس کا مقصد اقوام عالم کے درمیان تعلیم، سائنس اور ثقافت کے میدان میں اتحاد قائم کرکے امن عالم کو فروغ دینے میں مدد کرنا ہے ؟

۵ ۔ انگلستان کی ایک مشہور ملکہ۔ جس نے انگلستان پر ۶۳ برس حکمرانی کی ؟

۶ ۔ جنوب مشرقی ایشیا کی ایک برطانوی نوآبادی ؟

۷ ۔ جرمن موجد۔ جس نے چھاپہ خانہ ایجاد کیا ؟

۸ ۔ برطانیہ کا ایک شہر، جس کا عرض بلد صفر ہونے کے باعث وہاں کا وقت تمام دنیا کا معیاری وقت تسلیم کیا جاتا ہے۔ ؟

۹ ۔ ایک مشہور فلمی اداکار۔ جس کا انتقال ۲۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کو ہوا ؟

۱۰ ۔ مصر کے ایک مشہور صدر ۔

۱۱ ۔ اسلام کا ایک رکن۔ جسے بدن کی زکواۃ کہا جاتا ہے ؟

۱۲ ۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنی کا چانسلر ؟

۱۳ ۔ امریکی سیاست دان، جو چار مرتبہ امریکہ کا صدر منتخب ہوا؟

۱۴ ۔ ایک قسم کی جنگی گاڑی جو خود ایک ہتھیار بھی ہے۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوران ایجاد ہوئی ؟

۱۵ ۔ جدید ترکی کے بانی۔

۱۶ ۔ پولینڈ کا عظیم ماہر فلکیات، جس نے ثابت کیا کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے ؟

۱۷ ۔ پاکستان کی پارلیمنٹ کا ایوان بالا۔ جس کے چیئرمین جناب غلام اسحٰق خان ہیں ؟

۱۸ ۔ بنگالی زبان کے مشہور شاعر

۱۹ ۔ اسلامی سال کا تیسرا مہینہ، جس میں ہمارے رسولؐ اس دنیا میں تشریف لائے اور اسی ماہ میں انہوں نے دنیا سے پردہ فرمایا ؟

۲۰ ۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم ؟

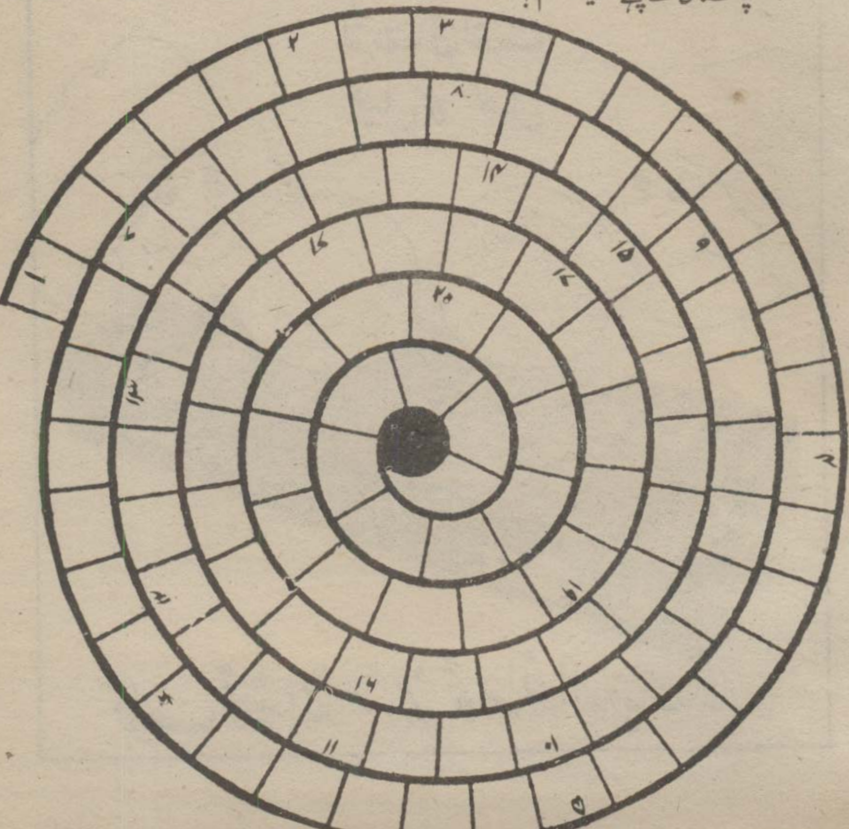

جوجو
سب سے اچھی چیونگ گم جوجو کی یہ ببل گم
لذّت کی لذّت
کھیل کا کھیل
Bubble Gum
گلف فوڈ انڈسٹریز گوجرانوالہ (پاکستان)

راہنما کتابیں

آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کیلئے

گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحائف

اِن کا مطالعہ —— عِلم بڑھائے گا
اِن کی موجودگی —— مفید ثابت ہو گی

قرآنی حکایات کا ۱۰۴ صفحات پر مشتمل خوبصورت مجموعہ
اس کے حصول کے لئے ۱۰ روپے کا منی آرڈر بھجوائیں

خاکِ وطن سے سرزمین حرم تک، معلومات بھی راھنمائی بھی
حجاج اور زائرین کے لئے نادر تحفہ۔ ۲۰۳ صفحات

اسلام کی بنیادی معلومات جو آپ پر سیکھنا لازم اور سکھانا کارِ ثواب ہے۔ مولانا مفتی کفایت اللہ کی تالیف (چار حصے)

سفرِ مبارک اور تعلیم الاسلام مفت حاصل کرنے کے لئے فی کتاب ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوائیں۔ رقم یا کم زیادہ ڈاک ٹکٹ قابلِ قبول نہ ہوں گے۔

کتاب منگوانے کے لئے اِس پتے پر خط لکھیں۔

گرین گائیڈ بک سیریز گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲ ڈی۔ سائٹ کراچی ۱۶

اشتہار منجانب:- راوی گلاس ا۔ دیال سنگھ مینشنز۔ دی مال لاہور

بہت سارے ساتھیوں نے ہمیں اپنی تحریریں ارسال کیں، ہم ان ساتھیوں کی کاوشوں کو سراہتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ تحریریں بعض پہلوؤں سے کمزور تھیں، اس لئے شامل اشاعت نہیں ہوسکیں۔ آپ ساتھیوں سے ہماری درخواست ہے کہ مایوس نہ ہوں، بلکہ پھر سے کوشش کریں اور نئے انداز سے تحریریں مختصر صاف اور خوشخط لکھ کر ہمیں روانہ کریں، معیاری ہونے پر ہم ضرور شائع کریں گے۔

(ادارہ)

جدید معلومات ـــ مرزا دانش ـــ لانڈھی کراچی
نماز معلومات عام ـــ سید شکیب مہدی ـــ کراچی
شناخت ـــ پرنس زرتاج ـــ لیاقت آباد کراچی
اقوالِ زریں ـــ ننھی کرن ـــ راولپنڈی
تین چیزیں ـــ مہندر کمار ـــ ؟
دو ننھے جاسوس ـــ منور خان احمد سعید خان ـــ کنری پاک
بندر والا (نظم) ـــ عبدالواحد واحد ـــ بدین
نظم ـــ افتخار علی ـــ حمزہ خان مردان
محنت نظم ـــ امجد علی شاہ ـــ رحیم یار خان
کون سی نماز پہلے ـــ افتخار علی ـــ حمزہ خان مردان
ذہن کی آزمائش ـــ فاخرہ فاروق ـــ سیالکوٹ
گواہ ـــ ایم اے رفیع ـــ لانڈھی کراچی
نماز کے بعد دعا ـــ ثناءاللہ ہاشمی ـــ کمالیہ پنجاب
خطرناک مجرم ـــ اجمل قیصر ـــ گلبہار پشاور
پیارا پاکستان ـــ نسرین حسن انصاری ـــ سکھر
ایک محنتی لڑکے کی کہانی ـــ انیس حنیف ـــ کورنگی کراچی
معلومات پاکستان ـــ جمال الدین انجم انصاری ـــ کراچی
شرارت کا انجام ـــ اسماء رفیق ـــ ؟
نظم کوشش ـــ عبدالرشید تبسم ـــ حاصل پور
مجرموں سے مقابلہ ـــ تیمور خان ـــ گلبہار پشاور

لالچی لڑکا ـــ سید جعفر رضا ـــ کراچی
ہمت مرداں مدد خدا ـــ سید محمد تابانی ـــ عزیز آباد کراچی
پرندوں کا مشاعرہ ـــ ملک محمد یوسف ـــ ننکانہ صاحب
دقت اور بچپن ـــ جاوید اقبال بھٹی ـــ راولپنڈی
عظیم لوگ ـــ محمد اعجاز صدیقی ـــ لطیف آباد حیدرآباد
مشاہدہ ـــ ولی محمد ـــ لانڈھی کراچی
اقوال زریں ـــ ملک محمد یوسف ـــ گول چوک ننکانہ صاحب
محبت کا اثر ـــ فاروق حیدر سومرو ـــ نوشہرو فیروز نواب شاہ
کیا آپ کو معلوم ہے ـــ زاہد علی شیخ ـــ حیدرآباد
لیاقت علی خان ـــ عبدالرشید تبسم ـــ حاصل پور
اقوال زریں ـــ عزیز احمد ـــ لطیف آباد حیدرآباد
نیوٹن ـــ ثمینہ نبی ابڑو ـــ ٹھٹھہ سندھ
غریب مچھیرا ـــ ؟ ـــ ناظم آباد کراچی
اچھا لڑکا (نظم) ـــ شاہینہ جلال ـــ میرپور خاص
معلومات دلچسپ و عجیب ـــ ریاض احمد سولنگی ـــ کوٹری سندھ
دو بہنیں ـــ عقیل احمد برڑو ـــ ٹھٹھہ سندھ
سپر گرل ـــ ارم آفتاب ـــ ٹھٹھہ سندھ
منزل مراد ـــ شجاع نورین ـــ ٹنڈو محمد خان
معلومات پاکستان ـــ ایم اے پرنس ـــ راولپنڈی
معلومات ـــ ذکاءاللہ خان ـــ ملتان

ماہنامہ
آنکھ مچولی

اچھا پڑھیے

آگے بڑھیے

آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی
اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے

ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہو جائیے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور علمی فائدہ بھی
اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی۔ ۱۱۲ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

---

۱۲ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ~~۵۷~~ ۴۵ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ~~۱۲۰~~ ۹۰ روپے

۲۴ شماروں کی قیمت (مع خصوصی شمارے) عام ڈاک سے ~~۱۵۰~~ ۹۰ روپے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے ~~۲۴۰~~ ۱۸۰ روپے

مالی فائدے کے علاوہ زحمت سے نجات رسالے کی بحفاظت ترسیل اور ۲ سالہ ممبر شپ پر قیمتی کتب بلا معاوضہ

- -

خصوصی بچت اسکیم

میں ماہنامہ "آنکھ مچولی کی خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہونا چاہتا / چاہتی ہوں
اس کوپن کے ساتھ ۱۲/۲۴ شماروں کی قیمت مبلغ...... روپے کا بینک ڈرافٹ / پوسٹل آرڈر
منی آرڈر کی رسید منسلک ہے ___ میرے نام حسبِ ذیل پتے پر ماہ ...... سے ماہنامہ
جاری کر دیا جائے۔

نام ________________

مکمل پتہ ________________

کوئی ضروری ہدایت ________________

فون نمبر ________________ دستخط ________

نتائج مقابلہ کہانی نویسی

ستمبر ۸۶ء میں ماہنامہ آنکھ مچولی کی جانب سے "کہانی نویسی" کے ایک مقابلے کا اعلان کیا گیا تھا جس کے جواب میں ملک بھر سے لاتعداد اہل قلم نے ہمیں اپنی تخلیقات ارسال کیں ... کہانیوں کی اتنی بڑی تعداد کو پڑھنا اور کسی حتمی نتیجے پر پہنچنا ہماری توقع سے زیادہ دشوار ثابت ہوا۔ اور اسی کے سبب نتائج کے اعلان میں قدرے تاخیر بھی ہوئی۔

جیوری نے تمام کہانیاں پڑھنے کے بعد صرف ۳۰ افراد کی کہانیوں کے سیٹ کو انعام کے لئے موزوں قرار دیا ہے۔ جن کے نام یہاں شائع کئے جا رہے ہیں... یہ فیصلہ ہونا ہنوز باقی ہے کہ اوّل، دوم اور سوئم کے علاوہ پانچ دیگر خصوصی انعام اور کتب کے انعامات کے مستحق کون لوگ ہوں گے؟ نیز یہ کہ تمام انعامات کب اور کیسے بھجوائے جائیں گے؟ یہ ساری تفصیلات انشاء اللہ آپ کو مئی ۸۷ء کے شمارے میں مل جائیں گی۔

یہاں ان خوش نصیب قلمکاروں کے نام شائع کئے جا رہے ہیں جنہیں انعام کے لئے موزوں سمجھا گیا۔ (ادارہ)

محمد عمر احمد، ——— لانڈھی کراچی
نازیہ رمضان، ——— کھارادر، کراچی،
نعیمہ خاتون شمع، ——— اورنگی ٹاؤن کراچی
پروین جہاں، ——— سمن آباد، کراچی
عنایت علیخان ——— بسرآباد، حیدرآباد
فتیلہ طینت، ——— پشاور موڑ، اسلام آباد
اشتیاق احمد، ——— میو گارڈن، لاہور
عبیداللہ ممتاز، ——— ٹینچ بھاٹہ، راولپنڈی
صبا انصار، ——— کریم آباد، کراچی
سطوت شادمان ——— ملیر ہالٹ، کراچی
ایم افضل، ——— اندرونِ یکی گیٹ، لاہور
شاہد لطیف، ——— چکوال
غیور احمد، ——— گلشن اقبال کراچی
حافظ ولی اللہ ارباب ——— کورنگی، کراچی
فرحت صفدر فرح ——— راولپنڈی

عائشہ تنویر، ——— عزیز آباد کراچی
ظفر رفیق صدیقی، ——— لطیف آباد، حیدرآباد
کلثوم واحد، ——— کلفٹن، کراچی
یما عروج صدیقی، ——— ناظم آباد، کراچی
رخشندہ مہر، ——— مسلم آباد، گجرات
ثمینہ اختر میمی، ——— نواں شہر، ملتان
سعیدہ نازش، ——— پھلیلی حیدرآباد
شفقت علی شفقت، ——— ٹیپو بازار، کاموکی
ناہید تبسم، ——— ملیر، کراچی
سید کاشان جعفری، ——— اورنگی ٹاؤن کراچی
صوفیہ بھٹی، ——— ڈرگ روڈ، کراچی
تسنیم شکیل احمد، ——— پشاور کینٹ
علی ناصر رضوی، سٹیلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
سید عبدالودود شاہ، ملیر توسیعی کالونی، کراچی
سیف الاسلام، ——— کورنگی، کراچی

کیا آپ کو رسائل سے شکوہ ہے کہ
وہ آپ کی نگارشات شائع نہیں کرتے ؟

اگر ایسا ہے ... تو پھر غور کیجئے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے ؟ یقیناً ــــ آپ سے کہیں کوئی غلطی ضرور سرزد ہوجاتی ہوگی۔

اگر آپ مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں تو

آپ کی تحریریں شائع نہ ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں۔

- ــــ اپنی نگارشات، صاف، خوشخط، کاغذ کے ایک جانب سطر چھوڑ کر لکھیں تاکہ پڑھنے میں بھی دقت نہ ہو اور اگر مدیر چاہے تو اس کی نوک پلک سنوار سکے۔
- ــــ کہانی یا مضمون لکھنے سے پہلے اس کے مرکزی خیال پر کسی اچھا لکھنے والے سے گفتگو ضرور کریں ممکن ہے وہ آپ کو بہتر مشورہ دے دے اسی طرح اپنی تحریر مکمل کرنے کے بعد اپنے استاد، بزرگ یا کسی پڑھے لکھے فرد کو دکھائیں تو بہتر ہوگا۔
- ــــ جو تحریریں رسائل میں شائع ہوتی ہیں انہیں بغور پڑھئے اور اُس کے دلچسپ پہلوؤں کو تلاش کیجئے جن کی وجہ سے انہیں قابلِ اشاعت سمجھا گیا۔
- ــــ اکثر ساتھی جس صفحے پر خط لکھتے ہیں اسی پر نظم یا لطیفہ یا کہانی بھی لکھ دیتے ہیں جو غلط ہے۔ آپ ہر تحریر کے لئے علیحدہ علیحدہ کاغذ استعمال کریں۔
- ــــ تحریر مختصر اور جامع لکھنے کی کوشش کریں۔ اکثر تحریریں محض غیر ضروری طوالت کی وجہ سے رد کر دی جاتی ہیں۔
- ــــ لکھنے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچیں اور کہانی کا مرکزی خیال، یا مضمون کے موضوعات ایسے تلاش کریں جن میں نیاپن ہو یا جس پر زیادہ تر نہ لکھا گیا ہو اسی طرح خشک موضوعات یا ایسے عنوانات پر نہ لکھیں جس پر بچوں کی اکثریت پڑھنا پسند نہ کرتی ہو۔
- ــــ اچھا لکھنے کے لئے مطالعہ بہت ضروری ہے لہٰذا اچھی کتب اور اچھے رسائل کو پڑھنا اپنی عادت بنا لیجئے۔ اگر ایسا نے ایسا کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ مستقبل کے بہت بڑے ادیب یا شاعر نہ ہوں۔

ننھے ہاتھ نئی تحریریں

مستقبل کا حال

مرسلہ: ستارہ رشید شیخ کراچی

مستقبل کا حال بتانے والوں کو نجومی کہا جاتا ہے نجومیوں کا کہنا ہے کہ وہ ستاروں کی گردش سے مستقبل کا حال بتا سکتے ہیں بہت سے لوگ ان کی باتوں پر یقین بھی کر لیتے ہیں اور اگر کہیں سے اتفاق سے کوئی بات پوری ہو جائے تو ان کا اعتقاد پکا ہو جاتا ہے دراصل یہ ساری باتیں کمزور اعتقاد کی وجہ سے ہوتی ہیں کیونکہ مستقبل کا حال سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جانتا۔

برسوں پہلے لوگ گرہن سے بہت خوف زدہ ہوا کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ چاند اور سورج کو اپنا خدا سمجھتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے

اس لئے جب کبھی سورج گرہن ہوتا تو وہ یہ سمجھتے تھے کہ خدا سورج سے باہر نکل گیا ہے اسی طرح کا ایک واقعہ ہے ایک مشہور مسلمان سیاح افریقہ کے کسی گاؤں میں گیا تو وہاں کے لوگوں کو دھمکی دی کہ انہوں نے اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا ہے اب وہ سورج کو چھپا دے گا سیاح نے ان لوگوں کو دن بھی بتایا سیاح دراصل ماہر فلکیات بھی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ چند دِن بعد سورج گرہن ہونے والا ہے اور جس دِن سورج گرہن ہوا اُس دِن سارے گاؤں والے اس کے پیروں پر پڑ گئے اور درخواست کرنے لگے کہ وہ سورج کو باہر نکال دے سیاح نے نہ صرف اُن کی بات مان لی بلکہ کچھ دیر بعد سورج بھی باہر نکل آیا دراصل یہ سب کچھ ستاروں کی گردش کے حساب کتاب سے معلوم کیا جا سکتا ہے جو لوگ اس علم کو جانتے ہیں ان کو ماہر فلکیات کہا جاتا ہے یہ لوگ ستاروں اور سیاروں کی گردش کے بارے میں پڑھتے لکھتے رہتے ہیں خلا میں ستاروں کی گردش معلوم کرنے کے لئے

علم ریاضی کے کچھ قانون ہیں جن کی مدد سے ستاروں کی حرکات کے بارے میں بالکل صحیح پیشن گوئی کی جا سکتی ہے. ستاروں کی گردش معلوم کرنے میں دوسرے علم بھی کام آتے ہیں جن میں علم طبیعات یا فزکس بھی ہے فزکس کے ماہر بھی ماہر فلکیات کی طرح ستاروں کے مستقبل کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں وہ بتا سکتے ہیں کہ سورج کتنے دِنوں تک کہاں کہاں چمکتا رہے گا کون سا ستارہ ہم کو کس وقت نظر آئے گا دم دار ستارہ کی آمد کی پیشن گوئی بھی اس طرح کی جاتی ہے ہیلے کا مشہور دم دار ستارہ ہر ۷۶ سال بعد اپریل کے مہینے میں زمین کے قریب نظر آتا ہے اس لئے اب یہ پیشن گوئی نہایت آسانی سے کی جا سکتی ہے کہ اب وہ ۲۰۶۲ء کے اپریل میں دوبارہ نظر آئے گا. اب تو انسان نے مصنوعی سیارے کی مدد سے موسم کی پیشن گوئی کو اور بھی یقینی بنا دیا ہے یہ مصنوعی سیارے کے زمین کی تصویر کھینچ لی جاتی ہے اور اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ آئندہ دِن موسم کی کیا صورت حال ہو گی. لیکن سچ بات تو یہ ہے آئندہ کیا ہو گا یہ تو صرف اللہ کو معلوم ہے انسان تو صرف کوشش ہی کر سکتا ہے.

سفید ہاتھ

مرسلہ: فیصل عدنان، کراچی

شام ہو چلی تھی۔ سورج ڈوبنے کو تھا۔ اندھیرا بھی بڑھ رہا تھا اور وہ دونوں بہت دیر سے کوڑے میں اپنی گیند کو تلاش کر رہے تھے۔

"ارشد گیند ملی"؟ حامد نے کوڑا ٹٹولتے ہوئے پوچھا

"نہیں۔ ادھر تو نہیں دکھائی دے رہی" ارشد نے نظروں سے کوڑے کو چھانٹتے ہوئے جواب دیا۔

"اب کیا کریں گیند کیسے ڈھونڈیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ نظر بھی نہیں آئے گا"

حامد بولا۔ "بھئی یہ سب کیا دھرا ندیم کا ہے۔ اس سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ ہٹ نہ لگایا کرو۔ مگر وہ مانتا ہی نہیں ارشد نے کہا۔

"میں کہتا ہوں ندیم صاحب، تمہیں زور سے ہٹ لگانے کا شوق ہے تو پھر ہمارے ساتھ کوڑے میں بھی تو گھسا کرو"۔ حامد کو غصہ آگیا۔

حامد کا غصہ اپنی جگہ صحیح تھا۔ اس کے ابو نے کل ہی نئی گنید لا کر دی تھی۔ اور گیند دیتے ہوئے کہا تھا "بیٹے حامد احتیاط سے رکھنا، کہیں کھو نہ جائے"۔

اور ایک دن بعد ہی گیند کوڑے میں گم ہوگئی۔

"حامد گیند ملی"؟ ارشد نے پوچھا۔

"نہیں اب کیا ملے گی۔ اب تو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے" حامد نے مایوس لہجے میں کہا۔

"یہ ساری مصیبت اس کوڑے کی وجہ سے ہے۔ اس کوڑے میں ہماری کئی گیندیں گم ہو چکی ہیں۔ دوست کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیئے کہ یہ کوڑے کا ڈھیر ہمارے میدان سے صاف ہو جائے"۔ ارشد نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھائی، اب تو یہی کرنا پڑے گا۔ گیند جو کھو چکی ہے" حامد نے ارشد کا مشورہ مان لیا اور اندر ہی اندر اس نے میدان میں پڑے ہوئے اس کوڑے سے نجات پانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

یہ میدان اگرچہ بچوں کو کھیلنے کے لئے چھوڑا گیا تھا اور اس میں سوسائٹی کی طرف سے بچوں کے لئے پارک بنانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس میدان میں پارک بنانے کی بات تو دور کی ہے اسے اس قابل نہ چھوڑا گیا کہ محلے کے بچے شام کے وقت اس میدان میں کھیل کود کر گزار سکیں۔

اس چھوٹے سے میدان میں لوگوں نے غیر قانونی قبضہ کر کے جھگیاں ڈال لیں۔ کسی نے میدان میں بھینسیں باندھنا شروع کر دیں۔ کسی نے کچھ اور ....

بچے اپنے میدان پر دوسروں کا قبضہ دیکھ کر دل مسوس کر رہ گئے۔ لیکن انہوں نے اس تھوڑی سی جگہ کو ہی غنیمت جانا اور وہاں ہاکی کھیلنے لگے۔ لیکن کچھ دن بعد ہی ان کو ایک نئی مصیبت نے آگھیرا۔ یہ وہ کوڑے کا ڈرم تھا۔ جو اس میدان کے کونے میں پڑا تھا۔ اس میں نہ صرف جھگی والے اپنا کوڑا ڈالتے ہوتے، بلکہ محلے بھر کا کوڑا بھی یہیں جمع ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوڑے کا ڈرم اوپر تک بھر گیا، بلکہ اس کے چاروں طرف کوڑے کے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔ اور اس کو اٹھانے کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اور جب بھی کوئی لڑکا زور سے ہٹ لگاتا تو گیند کوڑے میں جا گھستی اور ڈھونڈنے کے باوجود نہ ملتی۔ آج بھی اس کوڑے کے ڈھیر نے حامد کی گیند نگل لی تھی اور وہ افسردہ سا اپنے گھر چلا گیا۔

تقریباً ایک ہفتے بعد مغرب کے وقت حامد گھر سے باہر نکلنے لگا۔ تو حامد کی امی نے اسے آواز دی "حامد بیٹے! تم کہاں جا رہے تھے"

"جی امی، ارشد کے گھر جا رہا تھا" حامد نے کہا

"نہیں بیٹے، تم نہیں جاؤ۔ اب اندھیرا ہونے والا ہے اور ویسے بھی ارشد کا گھر میدان کے اس پار ہے اور میں نے سنا ہے، اس کوڑے کے ڈرم میں کسی بھوت نے قبضہ کر لیا ہے" اس کی امی نے کہا۔

"امی، ہمارے کھیلنے کے میدان پر تو پہلے ہی بہت سے بھوتوں نے کیا قبضہ کیا ہوا ہے"۔ حامد نے ہنستے ہوئے کہا۔ کیا شریف آدمی ڈرم میں بیٹھے گا۔ آخر دیکھ لیا گندگی کا نتیجہ۔ کر لیا نا کسی بھوت نے ڈرم پر قبضہ"

کوئی اور لولا لنگڑا بھوت ہے بھی بڑا خطرناک میں نے سنا ہے اس کے ہاتھ ہاتھ بھر لمبے دانت ہیں اور جناب، پانچ آنکھیں ہیں اس کی"

"پھر اب کیا کیا جائے، اس بھوت کو کیسے بھگایا جائے" سب کی پیشانی پر ایک ہی سوال لکھا تھا ہر شخص خوفزدہ تھا۔ بڑی سوچ بچار کے بعد محلے کے بزرگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے تو میدان کی صفائی کروائی جائے۔ کوڑے کا ڈرم اور اس کے ارد گرد پھیلے ہوئے کوڑے کو بالکل صاف کر دیا جائے اور سات دن تک وہاں لوبان سلگایا جائے۔ اگر بتیاں جلائی جائیں۔

آٹھویں دن جب حامد اور ارشد اپنے ساتھیوں سمیت ہاتھوں میں اسٹکیں لئے میدان میں اترنے لگے نہ وہاں جھگیاں تھیں، نہ بھینسیں اور نہ کوئی اور چیز۔ بچوں نے خالی میدان دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجائیں۔ حامد نے ارشد کو دیکھا اور ارشد نے حامد کو۔ دونوں کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ میدان صاف کروانے کا سہرا دراصل انہی دونوں کے

سر تھا، صرف دو گھنٹے کی محنت کام آ گئی تھی۔ ایک رات وہ گول کیپر والے بڑے بڑے دستانے پہن کر کوڑے کے ڈرم میں بیٹھ گئے تھے اور جب بھی کوئی میدان کے قریب سے گزرتا، حامد اپنے دونوں ہاتھ نکال کر فضا میں نچانے لگتا۔ چاندنی رات میں ڈرم سے نکلے ہوئے سفید ہاتھ دیکھنے والے پر خوف طاری کر دیتے اور وہ چیخ مار کر بھاگ کھڑا ہوتا۔

بس اتنی سی بات تھی کہ لوگوں نے کوڑے کے ڈرم سے سفید ہاتھ نکلے ہوئے دیکھے تھے۔ اتنی سی بات کے لوگوں نے اتنے افسانے بنائے کہ حامد اور ارشد سن کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ لوگوں نے ان سفید ہاتھوں کو بڑھا کر پورا بھوت بنا دیا۔ تو کسی نے بھوت کے ہاتھ بھر کے لمبے دانت بنا دیئے۔ کسی نے اس کی آنکھیں تک گن لیں۔

بہرحال حامد اور ارشد خوش تھے ان کے پاس کھیلنے کے لئے بڑا میدان تھا اور اب وہ زور زور سے ہٹیں لگا سکتے تھے اور گیند کھونے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔

نیا سبق

مرسلہ: اسماء صدیقہ، کراچی

"آصف، آصف بیٹا جلدی سے اٹھو دیکھو اسکول کو دیر ہو رہی ہے۔ نماز تو تم نے قضا کر دی ہے اب تو اٹھ جاؤ نا"

امی بڑی دیر سے آصف کو اٹھا رہی تھیں مگر آصف ہوں ہاں، اور "اچھا امی" کہہ کر بستر ہی پر لیٹا رہا۔

یوں تو آصف سویرے اٹھنے کا عادی تھا مگر چند دنوں سے دیر سے سونا اور دیر سے اٹھنا اس کی عادت ہوتی جا رہی تھی آپا دھاپی میں نہ تو ناشتہ صحیح ہوتا اور نہ ہی اسکول وقت پر پہنچ پاتا۔ آصف کی امی پریشان تھیں کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

ادھر جب آصف اسکول سے گھر آیا تو امی نے کہا جاؤ بیٹا کپڑے بدل کر ہاتھ منہ دھو تو پھر کھانا لیکن وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے بھوک بھوک کا نعرہ لگاتا ہوا امی کے پاس آیا۔

"امی کھانا دیں بس، بھوک سے بُرا حال ہے" آصف ٹالتے ہوئے بولا

"تو بیٹا کھا لینا پر تسلی سے کپڑے بدل لو ہاتھ منہ دھو لو" امی سمجھاتے ہوئے بولیں

"جلدی سے دیں صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا، کل سے دھولوں گا" آصف نے لپک کر کھانا لیا اور جلدی جلدی کھانے لگا۔

"روز روز کل کل تمہاری کل کب آئے گی آخر" امی کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

آصف نے کھانا کھایا اور کورس کی کتابوں میں کہانیاں چھپا کر پڑھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے شام ہو گئی پھر ادھر سے فراغت ہوئی تو ہاکی لے کر باہر نکل گیا امی تو سو چکی تھیں پھر کیا تھا۔

کوئی سات بجے گھر آیا پورا دن من مانی میں صرف ہو گیا تھا اب امی سے کچھ پیسے لینے تھے مگر کیسے مانگتا امی ناراض ہوں گی سوچا چلو کبھی اور دیکھوں گا۔

امی سے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے بہلانے کی کوشش کی ابھی کھانا کھاتے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی یہ ارشد تھا جو پچھلی گلی میں رہتا تھا آصف سے نئی نئی دوستی تھی آصف ابھی آیا امی سے

کہہ کر رفو چکر ہو گیا۔ امی بھی ڈھیل دے رہی تھیں دوسری بات یہ تھی کہ ابّو تو دورے پر تھے اس لئے امی بھی سختی نہیں کرتی تھیں آصف پورے دس بجے گھر لوٹا اور امی سے فوراً بہانہ تراشا کہ ایک سوال پوچھنے گیا تھا وہ سوال بتانے اور تھوڑی سی باتوں میں اتنی دیر ہو گئی۔

امی غصّے کو پی تو گئیں لیکن سمجھ گئیں کہ ضرور دال میں کالا ہے۔ دوسری طرف اس کے چہرے کے آثار کہہ رہے تھے کہ بات کچھ اور ہے۔

آخر بات کہاں تک چھپتی۔ ایک دن ارشد آصف کی غیر موجودگی میں اس کے گھر آیا اور اس کی امی سے اس کے پیسے مانگے۔

"کیسے پیسے امی بری طرح چونکیں"۔

"آنٹی آصف ہمارے ہاں وی سی آر پر فلم دیکھتا ہے۔ بھیاّ سب سے پیسے لیتے ہیں مگر آصف نے اب تک پیسے نہیں دیئے" ارشد نے سب اُگل دیا۔

"ہوں تو یہ بات تھی" امی کو سارے سوالوں کا جواب مل گیا"

اب امی کی سمجھ میں آیا کہ کیا بات ہے انہوں نے جلدی سے ارشد کو پیسے دے کر لوٹایا اور آصف کا انتظار کرنے لگیں۔

ادھر اسکول میں آج تصویری مقابلے کا پروگرام تھا ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا تھا کہ کل تمام لڑکے صاف ستھری یونیفارم میں وقت پر اسکول آئیں تاکہ پروگرام کا نظم و ضبط برقرار رکھا جا سکے لیکن آصف کو اپنے مشاغل سے فراغت ہوتی تو ادھر توجہ دیتا پھر دیر سے اٹھنے کی وجہ سے اسکول دیر سے گیا۔ تمام لڑکے پہلے ہی آ چکے تھے سب صاف ستھری یونیفارم میں تھے آصف نے خود کو دیکھا تو شرم آئی اسے یاد آیا کہ اس نے نہ کپڑے دھوئے ہوئے تھے اور نہ ہی قمیض میں بٹن لگوائے تھے سوچا واپس چلوں مگر واپسی کا بھی کوئی راستہ نہ تھا۔

مرتا کیا نہ کرتا جلسہ گاہ میں آخری سیٹوں میں بیٹھ گیا آس پاس ملازم لڑکے بیٹھے تھے اپنے بڑے حلیئے کی وجہ سے آگے کیا جاتا یہ سارا غصّہ ان پر اتارا اور ایک آدھ چپت لگا دی جواباً انہوں نے بھی ہاتھ چلایا ایک رضا کار نے ان لوگوں کو آصف سمیت جلسہ گاہ سے باہر نکالا آصف غصّہ میں بھرا ہوا تھا باہر ہو کر دھینگا مشتی ہونے لگی۔

مگر آصف اکیلا تھا اور وہ تین چار بے حال ہو کر ایک اینٹ پر بیٹھ گیا حلیہ اور خراب ہو گیا تھا آستین پھٹ گئی تھی چہرے پر نشانات پڑ گئے اور جیب میں بھرے چلغوزے نکل کر اِدھر اُدھر گر گئے تھے اوپر سے بال الگ الجھ گئے تھے حلیہ ملازموں سے بھی بدتر تھا۔ بڑی مشکل سے باہر نکلا۔

راستے میں ایک دُکان سے ایک موٹا، آدمی نکلا اُسے پرے دھکیلتے ہوئے بولا "اوئے شیدے کے بچے کہاں مر گیا تھا جو صبح کام پر نہیں آیا آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔

"میں شیدا نہیں ہوں" آصف گھبرا کر بولا۔

اس آدمی نے غور سے دیکھا اور چھوڑ دیا اسے غلط فہمی ہو گئی تھی۔

"آج پتہ نہیں کیا نحوست آئی ہے ہر جگہ میری ہی شامت" آصف دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

گھر پہنچا تو امی نے غور سے دیکھا بڑی حیران ہوئیں۔ "ہیں! پڑھنے گئے تھے یا اینٹیں ڈھونے یہ کیا شکل بنا رکھی ہے"

آصف آتے ہی رونے لگا۔

"اس کو پیسے تو دے دیئے تھے پھر بھی اس نے مارا" امی سمجھیں کہ ارشد نے مارا ہے۔

"کیا ہوا بھئی آخر بتاتے کیوں نہیں" امی کا پچھلا غصہ یک دم ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

"پیسے؟ کیسے پیسے" آصف بوکھلایا۔

پھر جلدی سے امی کو سارا اسکول کا واقعہ سنایا اور معافی مانگی امی بولیں "بیٹا تم کو تمہاری حرکتوں کی سزا مل گئی ہے تم نے میرا کہنا نہ مان کر غلطی کی لیکن اس سے بڑی غلطی یہ کی کہ مجھ سے چھپ کر قرض پر فلم دیکھتے رہے۔ اسی وجہ سے تم کوئی کام وقت پر کرتے تھے۔ آج سارا دن جو تم کو سزا ملی ہے وہ کافی ہے کہ تم اب باز آجاؤ" امی آصف کا سر سہلاتے ہوئے بولیں۔

امی آئندہ ایسے نہیں کروں گا جو کروں گا آپ کو بتا کر کروں گا۔ اس کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو تھے۔

آج کا دن ضائع نہیں گیا تھا بلکہ ایک نیا سبق پڑھا گیا تھا۔

چوہا اور شیر

مرسلہ مشتاق احمد کراچی

کسی جنگل میں ایک غار کے اندر ایک امن پسند شیر رہا کرتا تھا وہ دن بھر غار میں پڑا آرام کرتا رہتا جب بھوک زیادہ بے تاب کرتی تو وہ شکار کی تلاش میں باہر نکلتا جو بھی جانور ہاتھ لگتا اُسے اپنی خوراک بناتا اور پھر واپس آکر غار میں پڑ جاتا۔ اس غار میں ایک چوہے کا بل بھی تھا۔ مدتوں سے ایک ساتھ رہنے سے دونوں میں دوستی ہو گئی تھی۔ چوہا صبح خوراک کی تلاش میں نکلتا اور دوپہر کو واپس آتا دو گھڑی آرام کر کے پھر کھانے کی جستجو میں نکل جاتا اُسے اپنے ساتھی شیر کی یہ بات ہرگز پسند نہ تھی کہ وہ دن بھر اپنی قیامگاہ میں پڑا سوتا رہے لہٰذا اسے جب کبھی موقع ملتا وہ کہتا "میرے دوست شیر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنگل کا بادشاہ بنایا ہے لیکن تم سست اور کاہل بنے اپنے غار میں پڑے رہتے ہو! حالانکہ تمہیں چاہیئے کہ جنگل میں گھوم پھر کر اپنی رعایا کا حال معلوم کرو کہ وہ کس حال میں ہے تمہاری یہ سستی کسی نہ کسی دن تمہارے لئے عذاب بن جائے گی"۔ جنگل کا بادشاہ چوہے کی یہ بات سُن کر قہقہہ لگاتا اور پھر کہتا۔

"میرے دوست چوہے تم بہت ڈرپوک واقع ہوئے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ میری ایک ہی دھاڑ سے پورا جنگل دہل جاتا ہے۔ جنگل میں رہنے والے جانور تو کیا انسان بھی میری آواز سے لرز جاتے ہیں اور اپنی جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر چھپنے لگتے ہیں۔ جب یہاں رہتے ہوئے پورے جنگل اور اس کے باسیوں پر میرا

اتنا رُعب ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ جنگل میں مارا مارا پھروں میرے ننھے دوست تمہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے جب تک تم میرے اس غار میں مقیم ہو تمہیں کوئی جانور حتیٰ کہ انسان بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا. البتہ مجھے تمہارا یہ گھومنا پھرنا ہرگز پسند نہیں ہے اگر تم اِسی طرح آوارہ گردی کرتے رہے تو ایک نہ ایک دِن ضرور حادثے کا شکار ہو جاؤ گے."

چوہے نے کہا "میرے بھولے ساتھی کیا تم اِس بات سے واقف نہیں ہو کہ میں زیرِ زمین رہنے والا جانور ہوں میرے پیدا کرنے والے نے مجھے دانتوں کی شکل میں آری عنایت کی ہے میں اس آری کے ذریعے مِنٹوں میں اپنا ٹھکانا بنا سکتا ہوں اس لئے مجھے زمین کی سطح پر رہنے والوں سے کوئی خطرہ نہیں البتہ مجھے اپنے اصلی دشمن سانپ سے ضرور خطرہ لاحق رہتا ہے کیونکہ وہ بھی زیرِ زمین رہتا ہے میں سانپ اور دیگر جانوروں حتیٰ کہ انسان سے خود کو محفوظ رکھنے کی صلاحیّت رکھتا ہوں اس لئے تمہیں میری فکر نہ کرنی چاہیئے میں جنگل میں اس لئے گھومتا پھرتا ہوں کہ جنگل کے حالات اور یہاں پر رُونما ہونے والی تبدیلیوں سے لاعلم نہ رہوں کیا تمہیں معلوم ہے ان دِنوں جنگل میں ایک ایسی شکاری پارٹی آئی ہوئی ہے. جو جنگل کے جانوروں کو زندہ گرفتار کر رہی ہے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم اس پارٹی کے ہاتھ نہ لگ جاؤ."

شیر نے چوہے کی بات سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہا "میرے بھولے دوست میں شیر ہوں، شیر جنگل کا بادشاہ ہے کسی کی ہمّت ہے جو میرے سامنے آئے یہ حقیقت ہے کہ میں سُستی اور کاہلی کی زندگی بسر کر رہا ہوں لیکن وقت پڑنے پر نہ صرف اپنی حفاظت کر سکتا ہوں بلکہ تمہاری جان بھی بچا سکتا ہوں"

چوہا شیر کی یہ بات سُن کر خاموش ہو گیا.

ایک دِن دونوں ساتھی صبح ہی صبح شکار کی تلاش میں غار سے نِکلے، تھوڑی دُور تو دونوں ساتھ ساتھ چلے پھر شیر اپنی خوراک کی تلاش میں ایک جانب روانہ ہو گیا اور چوہے نے قریبی کھیتوں کی راہ لی، جنگل میں جو شکار پارٹی آئی ہوئی تھی وہ بھی گھومتی پھرتی غار کی جانب آنکلی انہوں نے غار کو دیکھا تو اس میں داخل ہو گئے. اور غار کے معائنے کے بعد یہ اندازہ لگا لیا کہ اس میں جنگل کا بادشاہ شیر رہتا ہے.

چنانچہ انہوں نے شیر کو زندہ پکڑنے کے لئے غار کے دہانے پر اِس طریقے سے جال تان دیا کہ کسی کو جال کی موجودگی کا احساس نہ ہونے پائے ان میں سے ایک ساتھی جال کی رسّی پکڑے ایک قریبی ٹیلے پر جا

چھپا جب کہ بقیہ شکاری اپنی کمین گاہوں کو واپس چلے گئے۔

جنگل کا بادشاہ شیر اپنا پیٹ بھر کر غار کی جانب واپس آرہا تھا کہ اس کا دوست چوہا بھی اسے راہ میں مل گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔

چوہے نے شیر سے کہا "آج نہ جانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں اور تم کسی مصیبت میں گرفتار ہونیوالے ہیں" شیر نے کہا "میرے بے وقوف ساتھی تم خواہ مخواہ خوفزدہ ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم جنگل میں آئی ہوئی شکاری پارٹی سے ڈر گئے ہو۔ لیکن تم یقین رکھو وہ غار کی جانب آنے کی حماقت نہیں کریں گے" چوہے نے کہا "میرے دوست شیر، مجھے اپنی زیادہ فکر نہیں ہے میں ایک چھوٹا سا جانور ہوں خود کو خطرے سے بچانے کی صلاحیت رکھتا ہوں مجھے فکر تو تم جیسے بڑے جانور کی ہے جو خطرہ پڑتے ہی خود کو کہیں چھپا نہیں سکتا۔"

شیر نے چوہے سے کہا "چلو غار میں چل کر آرام کرتے ہیں کچھ دیر آرام کرو گے تو تمہاری طبیعت بھی ٹھیک ہو جائے گی زیادہ غور و فکر کرنا اچھی بات نہیں ہے" شیر اور چوہا دونوں غار میں داخل ہوئے، چھپے ہوئے شکاری نے جب یہ دیکھا کہ شیر اندر داخل ہو گیا ہے تو اس نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی رسی کو زوردار جھٹکا دیا، جھٹکا لگتے ہی جال کا منہ چاروں طرف سے بند ہو گیا شیر نے خود کو جال میں مقید پایا تو اِدھر اُدھر بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کی بہت دھاڑا غرایا لیکن کوئی بس نہ چل سکا چوہا جو شیر کے قریب ہی موجود تھا کہنے لگا "میرے شیر بھائی میں نے تمہیں پہلے ہی خطرہ سے آگاہ کیا تھا۔ تم نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اس جانب توجہ نہیں دی"۔ شیر نے کفِ افسوس ملتے ہوئے کہا "واقعی میں احمق اور بے وقوف ہوں لیکن اب تم یہ بتاؤ کہ آزادی کس طرح ملے؟"

چوہے نے کہا "تم مسلسل دھاڑتے رہو اور میں اپنا کام شروع کرتا ہوں تمہاری دھاڑ سن کر شکاری اِدھر کا رُخ نہیں کریں گے وہ سوچیں گے جنگل کا بادشاہ ابھی غصے میں ہے وہ تمہیں بھوکا رکھ کر تمہارا غصہ سرد کرنے کی کوشش کریں گے۔ میں اس دوران تمہاری رہائی کے لئے کوشش کرتا رہوں گا یقین ہے کہ کامیابی ہو گی جال تو بہت مضبوط ہے لیکن میں اپنے دانتوں سے جال کاٹ دوں گا" شیر نے دھاڑنا شروع کر دیا اور چوہے نے اپنا کام شروع کر دیا۔ کافی وقت کی کوشش کے بعد چوہا جال کو کاٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ دونوں جانور غار کے باہر

آئے تو شیر نے خدا کا شکر ادا کیا اور ساتھ ہی چوہے کا شکریہ بھی ادا کیا اور پھر ہنسی خوشی رہنے لگے۔

چور خالی ہاتھ نہ جائے

نوید اختر، گارڈن روڈ، کراچی

کہا جاتا ہے کہ کسی شب چور ایک غریب مگر نیک شخص کے گھر داخل ہوا۔ چور نے اِدھر اُدھر بہت ہاتھ مارے مگر وہاں کچھ ہوتا تو اُسے ملتا۔ اتفاق سے نیک بزرگ بھی اس وقت جاگ گیا اور آہٹ کی آواز سُن کر سمجھ گیا کہ گھر میں کوئی چور گھسا ہوا ہے۔ بھلا اُس سے زیادہ اپنے گھر کا حال کون سمجھ سکتا تھا۔ یہ سوچ کر اُسے بہت افسوس ہوا کہ چور نے اتنی محنت کی اور میرے گھر سے وہ خالی ہاتھ جائے اُس نے جلدی سے اپنا اوڑھا ہوا کمبل اُتارا اور چور کے راستے میں پھینک دیا۔

ہمارا اِسکول

مرسلہ۔ عبداللہ آزاد منظور کالونی کراچی

جسے دیکھنا ہو ہڑپہ کا کھنڈر
بس اِک بار دیکھے یہ اسکول آکر

ہر ایک دیوار ٹوٹی ہوئی ہے!
کیواڑوں کی پالش بھی اکھڑی ہوئی ہے
نہ میز پہ میسّر نہ کرسی یہاں ہے
کبھی تھیں یہاں پر جو دریاں کہاں ہیں
ہر اِک کام کی چیز الٹی ہوئی ہے
تو ٹیچر کی کرسی بھی ٹوٹی ہوئی ہے

ہڑپہ کا شہکار لگتا ہے یہ تو
لبھائے یہ بے کار لگتا ہے یہ تو

جسے دیکھنا ہے ہڑپہ کا کھنڈر
بس اِک بار دیکھے یہ اسکول آکر

○ طالبات قلمی دوستی کے لئے اپنی تصاویر نہ بھجوائیں ○ قلمی دوستی میں صرف اسکول کے طلباء شریک ہو سکتے ہیں۔
○ کوپن اور تصویر کے بغیر شرکت ممکن نہیں۔ ○ خراب تصاویر اور نامکمل کوپن قابل قبول نہ ہوں گے۔

نام ________ عمر ________ کلاس ________
مشاغل ________ بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہیں ________
________ اسکول میں پسندیدہ مضمون ________
پتہ ________

قالین کی صفائی میں سب سے اعلیٰ

ٹپ ٹاپ

ڈرائی کلینرز

فون : ۴۱۴۴۶۴
۴۳۷۱۴۳

علامہ اقبال روڈ
پی ای سی ایچ ایس

حسن اپارٹمنٹس
۴۴۰۷۴۴

ڈیفنس سوسائٹی
۵۴۲۱۶۳

کلفٹن
۵۳۰۲۶۹

ناظم آباد
۶۱۳۸۱۶

قلمی دوستی

آؤ ملائیں ہاتھ

ندیم شیخ ، سولہ سال
جماعت ، دہم ، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون ، کیمیا
بڑے ہوکر انجنیر بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر اے/ ۱۱۲۸، پی محلہ ایمن آباد ، ——— ھری پورہ

قمر اظہار ، اٹھارہ سال ،
جماعت دہم مشغلہ ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون ، حساب
بڑے ہوکر چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بننا چاہتا ہوں

شمع لائبریری ، مین بازار ، گولیمار نمبر ۲ ، ——— کراچی

کامران شیخ ، پندرہ سال
جماعت نہم ، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون ، حساب
چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ نگ آفیسر بننا چاہتا ہوں

سی/ ۳۳/ ۱۶۴۳ سرور جتی لائن ——— حیدرآباد

ایم عارف رضا ، سولہ سال
جماعت دہم مشغلہ رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون ، اسلامیات
بڑے ہوکر استاد بننا چاہتا ہوں

محلہ انصاریاں ، لائن پار ، ——— گگھڑ منڈی

واصف سلیم ، گیارہ سال
جماعت ششم ، مشغلہ ٹکٹ جمع کرنا
پسندیدہ مضمون ، مطالعہ پاکستان
بڑے ہوکر فوجی افسر بننا چاہتا ہوں

۱/۹ رفیق روڈ ——— چک لالہ

مشتاق احمد ، گیارہ سال
جماعت ، پنجم ، مشغلہ ٹکٹیں جمع کرنا
پسندیدہ مضمون ، اسلامیات
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

معرفت ، مکتبہ قادریہ رضویہ ۔ اندرون لوہاری گیٹ ، لاہور نمبر ۸

عامر فاروق، گیارہ سال
جماعت ششم، مشغلہ کہانیاں پڑھنا
بڑے ہو کر جج بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو

سی ۳۲/۱۳ اسٹیٹ بینک کالونی، ــــــ پشاور

امجد علی شاہ، گیارہ سال
جماعت پنجم، مشغلہ ہاکی کھیلنا
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، سائنس

معرفت ڈاکٹر مہر علی شاہ، سول ڈسپنسری، ــــــ ظاہر پیر

شفیق محمود، اٹھارہ سال
جماعت دہم، مشغلہ شعر و شاعری
بڑے ہو کر بینک منیجر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، ڈرائنگ

معرفت محمد تقی، ای/۸ سٹیم پاور اسٹیشن، نشاط آباد فیصل آباد

ارشد علی، تیرہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ ہاکی کھیلنا
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، سائنس

۵، عائشہ منزل، آرام باغ روڈ، ــــــ کراچی

کمال اظفر، پندرہ سال،
جماعت دہم، مشغلہ، قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، ریاضی
بڑے ہو کر فلم رائٹر بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ۸ گلی نمبر ۱، شاہین ٹاؤن، ــــــ پشاور یونیورسٹی

جسپال داس، چودہ سال
جماعت پنجم، مشغلہ کہانیاں پڑھنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

روشن جنرل اسٹور، آر سی ڈی مین روڈ، حب چوکی، لسبیلہ

محمد عاطف ارشاد، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

۹/۸ عثمان روڈ، اسلام پورہ، ــــــ لاہور-۱

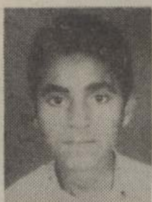

طیب نوید اکبر، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ بیڈمنٹن کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

۳۱/ اے پونچھ ہاؤس، ــــــ ملتان روڈ، لاہور

عرفان صدیقی گیارہ سال
جماعت پنجم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر فوجی بننا چاہتا ہوں

۹/۴۴ عالم خان روڈ، ــــــ راولپنڈی

محمد ذاکر قریشی، بارہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ نماز اور رسائل پڑھنا
پسندیدہ مضمون، انگلش و اردو
بڑے ہو کر پائلٹ بننا چاہتا ہوں

حفیظ بیکری، چیمبر ناکہ روڈ، ٹنڈو الہ یار، سندھ

صابر مسیح، پندرہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ، کہانیاں پڑھنا
بڑے ہوکر فوجی بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، سندھی
مکان نمبر سی/ ۳۸۵ پہاڑ گنج، ناظم آباد، کراچی

نظام الدین، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، ہاکی کھیلنا
بڑے ہوکر پائلٹ بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، کیمسٹری
مکان نمبر ایچ/ ۶۱۵، ریلوے کالونی، کوئٹہ

طاہر بلال، سولہ سال
جماعت، دہم، مشغلہ ٹکٹ و سکے جمع کرنا
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، فزکس
۱۷/۲۰۹، انچولی سوسائٹی، الیف بی ایریا۔ ——— کراچی

شوکت ہاشمی، گیارہ سال
جماعت، ہفتم، مشغلہ، آنکھ مچولی پڑھنا
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو
مکان نمبر ۱۳، اسٹریٹ نمبر ۴ مزنگ تھانہ، لاہور

ظفر اقبال، تیرہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ ٹکٹ جمع کرنا
بڑے ہوکر کیپٹن بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، اردو
افضل قدیر معرفت آرٹ محل، کناری بازار، جہلم

شاہد علی، پندرہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ، قلمی دوستی
بڑے ہوکر بزنس مین بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، ریاضی،
مکان نمبر ۱۷۳۰/ ۳۵، بنک اسٹریٹ، بہاولنگر

ندیم شاہد، پندرہ سال
جماعت دہم، مشغلہ، مطالعہ کرنا
بڑے ہوکر انجنیئر بننا چاہتا ہوں۔
پسندیدہ مضمون، حساب
فینسی ڈرائی کلینرز، جانی ڈیرہ ناکہ، جیکب آباد

جاوید احمد پٹھان، سولہ سال
جماعت نہم، مشغلہ، مطالعہ کرنا
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، بیالوجی
فرسٹ فیملی لائن ——— جیکب آباد

طارق احمد بلوچ، دس سال
جماعت چہارم، مشغلہ فٹبال کھیلنا
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، ریاضی
گورنمنٹ ہائی اسکول، آبسر، ——— بلوچستان

محمد وحید شام، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ کہانی لکھنا
بڑے ہوکر بینک آفیسر بننا چاہتا ہوں
پسندیدہ مضمون، حساب
۹۵۳ سیکٹر ۴ اے، ۱۵، بفرزون، نارتھ کراچی

ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے

بہترین سرمایہ کاری

کون نہیں چاہتا کہ وہ
مطمئن اور مسرور زندگی گزارے ..کم سرمائے سے زیادہ منافع کمائے اور اپنے بے یقین بڑھاپے کے لئے ابھی سے یقینی مسرّت کا سامان جمع کرلے
مگر ایسے خوش نصیب بہت کم ہوں گے ـــــ جنہوں نے ان مقاصد کے حصول کے لئے بہت دور کی سوچی ہو۔ ـــــــ آیئے ہم آپ کو ایسی دولت پانے کا راز بتائیں جو عزت، شہرت اور حقیقی مسرّت کی ضامن ہو۔
آپ کا بچّہ ہی آپ کا سرمایہ ہے جس سے آپ نے مستقبل کی ساری امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں مگر صرف امیدیں نہ باندھیئے بلکہ اپنے بچّے کے لئے۔
ہر روز کچھ وقت نکالئے تاکہ وہ آپ کی محبتوں سے یقین اور اعتماد حاصل کر سکے،
اُس کی بہتر تعلیم کے لئے، اس کے اساتذہ سے مل کر اس کی کارکردگی کا جائزہ لیجئے، گھر میں اسے پڑھانے کا اہتمام کیجیے۔ اس کے اچھے تعلیمی نتائج کے لئے اس کے درسی نصاب کو خود بھی پڑھیئے اور سمجھیئے۔

- اپنے بچے کو اچھے دوستوں کا حلقہ اور تفریح کے لئے صاف ستھرا ماحول فراہم کیجیے۔
- اسے کھیلوں کی ترغیب دیجیئے مگر اعتدال کے ساتھ اور مخصوص وقت پر
- مطالعے کے لئے اچھی کتب ورسائل اور ذہانت میں اضافے کے لئے معمّاتی کھیل لاکر دیجئے۔
- جس کام کی توقع بچے سے نہ رکھتے ہوں اس عمل سے خود بھی گریز کیجیے۔

سرزنش کے بجائے "ناراضگی" کو انتہائی سزا جانیئے اور ان سب کے ساتھ ساتھ اللہ سے دُعا بھی کرتے رہیئے کہ وہ آپ کے بچّے کے مستقبل کو تابناک بنائے اور اسے بڑے مقاصد کے لئے منتخب کرلے۔ ان باتوں کو معمولی نہ جانیئے اور اپنے بچے کو ایسی توجہ دیجئے جیسی آپ اپنی تجارت و دیگر معمولات کو دیتے ہیں۔
آپ نے اگر ایسا کیا تو ہم آپ کو نوید دیتے ہیں کہ آپ کا بچّہ (آپ کا سرمایہ) آپ کو مستقبل میں وہ کچھ لوٹائے گا۔
جس کا آپ نے شائد کبھی تصوّر بھی نہ کیا ہو (انشاءاللہ)

رسیلی سپاری
RASILY
رسیلی
سپاری
وہ لطف جو آپ بار بار چاہیں....
.....یقیناً وہ لطف رسیلی سپاری ہی کا ہے جسے ایک بار آزمانے کے بعد ہر ایک
اس کے خوشگوار ذائقے اور لطیف مہک کا قائل ہو جاتا ہے۔
سپاری کے صاف ستھرے ٹکڑوں کو قدرتی خوشبویات میں بسا کر ایک
منفرد اور خوشگوار ذائقہ عطا کیا جاتا ہے اور پھر خوبصورت پیکٹوں میں بند
کر کے اِسے رسیلی کا نام دیا جاتا ہے۔
شالیمار فوڈ پروڈکٹس

Regd. No. M-266 APRIL 1987
Monthly AANKH MICHOLEE Karachi

Printed by: LAREB Printing Press Phone: 217310